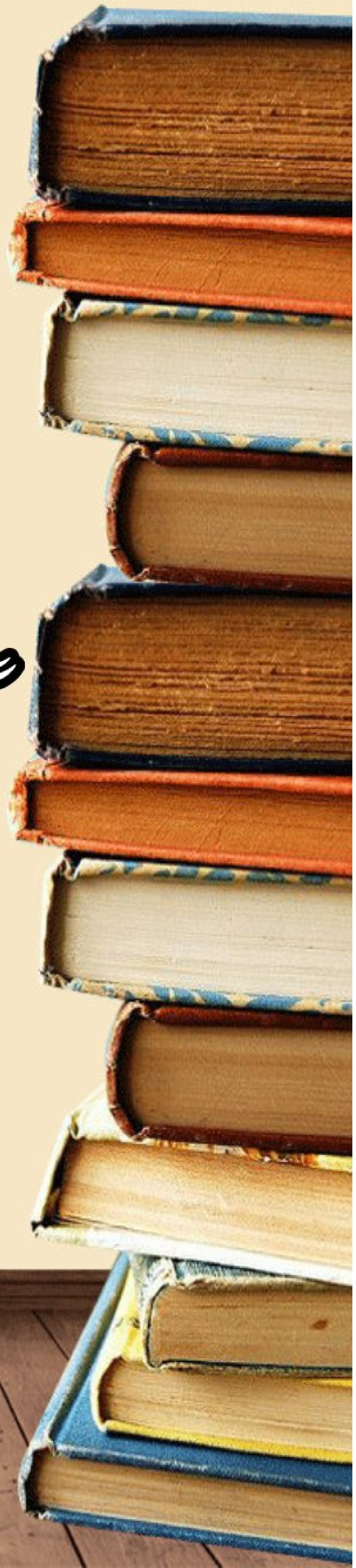
وسیلہ

قرآن و سنّت کی روشنی میں

ازافادات
تاج الفقہاء علامہ صاحبزادہ
محمد عبد الحق
سجادہ نشین آستانہ عالیہ بندیال شریف

مرتبہ:
صاحبزادہ پروفیسر محمد ظفر الحق بندیالوی

مکتبہ جمالِ کرم
9۔ مرکز الاویس (ستا ہوٹل) دربار مارکیٹ۔ لاہور
فون: پی پی ۷۳۲۴۹۴۸



نام کتاب ——— وسیلہ قرآن وسنت کی روشنی میں

مصنف ——— پروفیسر صاحبزادہ ظفر الحق بندیالوی

اشاعت اول ——— فروری 2002ء

زیر اہتمام ——— ایم احسان الحق صدیقی

کمپوزنگ ——— عزیز کمپوزنگ سنٹر لاہور

تعداد ——— گیارہ سو

ناشر ——— مکتبہ جمال کرم لاہور

قیمت ——— 50/- [redacted] روپے

ملنے کے پتے

(1) ضیاء القرآن پبلی کیشنز گنج بخش روڈ لاہور

(2) ضیاء القرآن پبلی کیشنز 14 انفال پلازہ، کراچی

(3) فرید بکسٹال، اردو بازار لاہور

(4) احمد بک کارپوریشن عالم پلازہ کمیٹی چوک، راولپنڈی

(5) مکتبہ المجاہد دار العلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ سرگودھا

پیش لفظ

قارئین کرام - ہم انتہائی نازک دور سے گزر رہے ہیں ہر طرف سے بدعقیدگی کے طوفان اُٹھ رہے ہیں۔ اور سادہ لوح مسلمانوں کے لیے اپنے ایمان کو بچانا انتہائی مشکل ہوگیا ہے۔ اگرچہ اسلام میں نئے نئے فرقے تو پہلے بھی پیدا ہوتے رہے ہیں لیکن جو کیفیت اب ہے پہلے کبھی نہ تھی۔ اب ہر جاہل بھی خود کو مفسرِ قرآن سمجھتا ہے۔ اور مقبولانِ خدا کی شان میں ناشائستہ کلمات استعمال کرنا خالص توحید سمجھتا ہے۔ اسلام کے ایسے مسلمہ مسائل جن کے متعلق کسی کو گمان بھی نہ تھا کہ کوئی کلمہ پڑھنے والا ان کا بھی انکار کرے گا۔ بعض کم فہم ان کا بھی انکار کر رہے ہیں۔ آج جن مسلمہ مسائل سے انکار کیا جا رہا ہے اُن میں ایک مسئلہ "وسیلہ انبیاء و اولیاء" بھی ہے۔ آج کل بعض کم فہم ایک طرف تو انبیاء کرام اور اولیاء عظام کے وسیلہ پکڑنے والوں کو مشرک و بدعتی کے لقب سے نوازتے ہیں۔ لیکن دوسری جانب وہ خود دنیاوی حاجات اور مشکلات میں اُمراء اور سرکاری افسروں اور بیماریوں میں ڈاکٹروں کے دروازوں پر دھکے کھاتے پھرتے ہیں۔ اور وہاں انہیں ذرہ بھر شرک نظر نہیں آتا۔

اگر حصولِ انصاف میں حاکم اور حصولِ شفا میں حکیم وسیلہ بن سکتے ہیں، تو حصولِ مقاصد میں مقبولانِ الٰہی کیوں وسیلہ نہیں بن سکتے؟

ے حاکم حکیم داد و دوا دیں یہ کچھ نہ دیں
مردود یہ مراد کس آیت خبر کی ہے

عرصہ دراز ہوا ہمارے مہربان جناب حبیب اللہ صاحب سکریٹری۔ ایچ۔ ڈی۔ اے۔ حیدرآباد نے وسیلہ کے موضوع پر ایک رسالہ لکھنے کی فرمائش کی تھی لیکن عدم فرصت کی وجہ سے فوری طور پر اُن کی فرمائش پوری نہ ہو سکی۔ اب فرصت کا کچھ وقت میسر آنے پر

ں نے اپنے دیرینہ مخلص کی دیرینہ خواہش پوری کر دی ہے ۔

میرے والدِ محترم تاج الفقہاء استاذ العلماء علامہ صاحبزادہ محمد عبد الحق صاحب مدظلہ نے مختلف مواقع پر "وسیلہ" کے موضوع پر مدلل و مفصل خطابات ارشاد فرمائے. جن کو میں نے ضبط و ترتیب اور بعض ضروری اضافوں کے ساتھ کتاب کی شکل میں مرتب کیا ہے ۔ اللہ تعالیٰ اِس کتاب کو متلاشیانِ راہِ ہدایت کے لیے مشعلِ راہ بنائے ۔ میرے لیے کامیابیٔ آخرت کا وسیلہ بنائے ۔ اور انجمن نوجوانانِ اہلسنت حزب الرسول کو اِس کتاب کو چھپوانے اور آپ تک پہنچانے کا اجرِ عظیم عطا فرمائے ۔ آمین

خاکپائے علماءِ حق

محمد ظفر الحق

فہرستِ مضامین

وسیلہ کا معنیٰ

وسیلہ کا جو معنیٰ امام راغب اور دیگر ائمہ لغت نے کیا ہے وہ "ذریعہ" ہے۔
ابن منظور لفظ وسیلہ کی تحقیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں: الوسیلۃ فی الاصل مایتوصل بہ الی الشیٔ ویتقرب بہ الیہ (لسان العرب) یعنی جس چیز کے ذریعے کسی چیز تک پہنچا جائے اور اُس کا قرب حاصل ہو اُس کو وسیلہ کہتے ہیں۔

تفسیر کشاف میں ہے: والوسیلۃ کل مایتقرب بہ الی الشیٔ۔
(ترجمہ) وسیلہ ہر وہ چیز ہے جس کے ذریعے کسی چیز کا قرب حاصل کیا جائے۔

اس کے علاوہ "وسیلہ" قرب الٰہی کے ایک مقام کا نام بھی ہے جو فخرِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو بروزِ قیامت حاصل ہوگا۔

وسیلہ کے متعلق دو عقیدے

انبیاء کرام اور اولیاء عظام یا کسی بھی اور مخلوق سے استعانت (امداد) یا وسیلہ پکڑنے کے متعلق دو ہی قسم کے عقیدے ہو سکتے ہیں۔

(١) جس مخلوق سے استعانت طلب کی جا رہی ہے یا وسیلہ پکڑا جا رہا ہے اُس کے متعلق یہ عقیدہ ہو کہ وہ علم و قدرت میں مستقل ہے یعنی اُس کا علم و قدرت ذاتی ہے جو چاہے وہ کر سکتا ہے۔ خواہ اللہ کی مرضی ہو یا نہ ہو اُسے اللہ کے اِذن اور رضا کی ضرورت نہیں۔ ایسا عقیدہ رکھتے ہوئے کوئی شخص چاہے استعانت اور توسل غائبانہ طور پر کرے یا اُس کے سامنے حاضر ہو کر کرے دونوں صورتوں میں ایسا عقیدہ سراسر ایمان و اسلام کے خلاف ہے اور ایسا عقیدہ رکھنے والے کو ہم اہلسنت و جماعت مشرک سمجھتے ہیں۔

(٢) عقیدہ کی دوسری قسم یہ ہے کہ جس مخلوق سے استعانت طلب کی جا رہی ہے اور وسیلہ پکڑا جا رہا ہے اُس کے متعلق یہ عقیدہ ہو کہ اِس کا جو کچھ علم یا قدرت ہے وہ اللہ تعالیٰ کا عطا کردہ ہے۔ اور اس کا ہر کام رضائے الٰہی اور اِذن الٰہی کے تابع ہے فی الحقیقت متصرف بالذات خدا ہے، انبیاء اولیاء بس وسائل اور ذرائع ہیں۔ خواہ وہ زندہ ہوں یا میت چاہے ان کے ساتھ توسل و استعانت غائبانہ ہو چاہے اُن کے سامنے حاضر ہو کر ہو۔ ہر صورت میں یہ عقیدہ بالکل صحیح اور قرآن و سنّت کے مطابق ہے۔ ہم اہلسنّت و جماعت کا یہی عقیدہ ہے اور اکابرینِ دیوبند بھی اس قسم کے وسیلہ کے قائل رہے ہیں۔

وسیلہ کے متعلق قرآن کا فرمان

یاایھا الذین آمنوا اتقوا اللہ وابتغوا الیہ الوسیلۃ وجاھدوا فی سبیلہ لعلکم تفلحون ۝ (قرآن)

(ترجمہ) "اے ایمان والو اللہ سے ڈرتے رہو اور رب کی طرف وسیلہ تلاش کرو اور اس کی راہ میں جہاد کرو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔"

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ اعمال کے علاوہ اللہ تعالیٰ کے پیارے بندوں کا وسیلہ ڈھونڈنا ضروری ہے کیونکہ اعمال تو "اتقوا اللہ" میں آگئے اور اس کے بعد وسیلہ کا حکم فرمایا تو معلوم ہوا کہ یہ وسیلہ اعمال کے علاوہ کوئی اور چیز ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے تصریح فرمائی ہے کہ اس آیت میں وسیلہ سے مراد بیعتِ مرشد ہے۔

اس آیت کی تشریح کرتے ہوئے ہندوستان میں وہابیت کے بانی مولوی اسماعیل دہلوی دیوبندی کو بھی لکھنا پڑا۔

"یعنی سالکانِ راہِ حقیقت نے اس آیت میں وسیلہ سے مراد وسیلۂ مرشد لیا ہے پس حقیقی کامیابی و کامرانی حاصل کرنے کے لیے مجاہدہ اور ریاضت سے پہلے تلاشِ مرشد ازبس ضروری ہے اور اللہ تعالیٰ نے سالکانِ راہِ حقیقت کے لیے یہی قاعدہ مقرر فرمایا ہے اس لیے مرشد کی رہنمائی کے بغیر اس کا ملنا شاذ و نادر ہے" (صراطِ مستقیم ص۹۶)

انبیاء و اولیاء کے وسیلہ کے منکرین بھی اعمالِ صالحہ کو تو معرفتِ خداوندی کا وسیلہ قرار دیتے ہیں لیکن ان کو اپنی بدعقیدگی اور بغض باطنی اس حقیقت کو تسلیم نہیں کرنے دیتی کہ انبیاء و اولیاء کا وجود بھی وسیلہ ہے کیونکہ جب وہ اعمال جن کی مقبولیت کے بارے میں شک ہوتا ہے وہ وسیلہ بن سکتے ہیں تو وہ نفوس قدسیہ کہ جن کی مقبولیت کے بارے میں کوئی شک و شبہ نہیں وہ وسیلہ کیوں نہیں بن سکتے اور اگر فقط اعمالِ صالحہ ہی نجات کے لیے کافی وسیلہ ہوتے تو پھر یہ وسیلہ تو شیطان لعین کو بھی حاصل ہے اور اگر اعمالِ صالحہ وسیلہ بن سکتے ہیں تو وہ ذاتِ مقدس جس نے ہمیں اِن اعمال سے روشناس کروایا وہ کیوں نہیں وسیلہ بن سکتی؟

قارئین کرام! بے شک اعمالِ صالحہ بھی وسیلہ بنیں گے لیکن رسولِ خُدا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا و شفاعت بھی قضائے حاجات کے لیے یقیناً نافع اور بہترین وسیلہ ہے۔

★ بخاری شریف میں آتا ہے "اسعد الناس بشفاعتی یوم القیامة من قال لا اله الا الله خالصاً من قلبه"

(ترجمہ) قیامت میں میری شفاعت کے ساتھ سب سے زیادہ خوش قسمت وہ ہوگا جس نے خلوص قلب سے لا الٰہ الا اللہ (محمد رسول اللہ) کہا۔

★ مسلم شریف میں ہے "لکل نبی دعوة مستجابة فتعجل کل نبی

دعوته وانی اختبأت دعوتی شفاعة یوم القیامة فهی نائلة ان شاء الله تعالیٰ من مات من امتی لا یشرك بالله شیئاً۔

(ترجمہ) ہر نبی کے لیے ایک مخصوص دعا ہوتی ہے ہر نبی نے اپنی دعا میں جلدی کی لیکن میں نے اپنی دعا چھپا رکھی ہے کہ قیامت میں شفاعت ہے اور وہ انشاء اللہ تعالیٰ ہر اس شخص کے شامل ہوگی جو میری امت میں سے اس حال میں مرا کہ خدا کے ساتھ کسی کو بھی شریک نہیں کرتا تھا۔

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم سے طلب دعا کرنے اور جناب رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کے قضائے حاجات کے لیے تیر بہدف ہونے کے متعلق ارشادِ خداوندی ہے:- ولو انهم اذ ظلموا انفسهم جاءوك فاستغفروا الله واستغفر لهم الرسول لوجدوا الله توابا رحيما ٥

(ترجمہ) اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب تمہارے پاس حاضر ہوں پھر اللہ تعالیٰ سے معافی چاہیں اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم ان کی شفاعت فرمائے تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا نہایت رحم کرنے والا پائیں گے

غرض ایسی آیات اور احادیث بکثرت موجود ہیں جن سے جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا و شفاعت حصول مغفرت [illegible] اور قضاءِ حاجات وغیرہ کے لیے کامیاب وسیلہ ثابت ہوتا ہے بلکہ اس پر عقیدہ رکھنا ایمانیات اور اس پر عمل کرنا اسلامیات میں سے ہے۔

جبریل کا وسیلہ

فقبضت قبضة من اثر الرسول فنبذتها وكذلك سولت لی نفسی (قرآن)

(سامری بولا) کہ میں نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کی گھوڑی کی ٹاپ کے نیچے سے ایک

مٹھی مٹی لی اور سونے کے بچھڑے کے منہ میں ڈال دی اور بچھڑا آواز دینے لگا معلوم ہوا کہ جبرائیل علیہ السلام کی گھوڑی کے پاؤں کے وسیلہ سے سونے کے بے جان بچھڑے میں جان پڑ گئی۔

قارئین کرام! اگر جبرائیل علیہ السلام کی گھوڑی کے قدموں سے لگنے والی مٹی کے وسیلہ سے بے جان بچھڑے میں جان پڑ سکتی ہے تو پھر انبیاء کرام اور اولیاء عظام کے اپنے قدموں سے لگنے والی مٹی میں اللہ تعالیٰ نے بطریقِ اولیٰ تاثیر رکھی ہو گی تو جن کے قدموں کی مٹی میں تاثیر ہو تو ان کی مقدس ذاتوں میں کیا کچھ تاثیر ہو گی۔

جبریل کے وسیلہ سے لڑکا

قال انما انا رسول ربك لاهب لك غلا ما زكيا (القران)

(ترجمہ) حضرت جبرائیل علیہ السلام نے حضرت مریم علیہا السلام سے کہا کہ میں تمہارے رب کا قاصد ہوں اور میں تمہیں صاف ستھرا بیٹا دینے آیا ہوں۔

معلوم ہوا کہ جبرائیل علیہ السلام کے وسیلہ سے بیٹا ملا۔

اب مقامِ غور ہے کہ بیٹا یا بیٹی حقیقی طور پر دینے والا تو خدا ہے لیکن یہاں تو جبریل علیہ السلام اپنی طرف نسبت کر رہے ہیں کہ "میں تمہیں بیٹا دینے آیا ہوں"۔ اگر یہاں بیٹا دینے کا حقیقی معنیٰ لیا جائے تو پھر تو نعوذ باللہ حضرت جبریل علیہ السلام پر بھی مشرک ہو جانے کا فتویٰ لگانا پڑے گا۔

لیکن یہاں مجازی معنیٰ ہے یعنی حقیقی طور پر بیٹا دینے والا خدا ہے لیکن خدا کی دی ہوئی طاقت اور اذن سے میں تمہیں بیٹا دینے آیا ہوں۔ اگر خدا کی دی ہوئی طاقت سے جبریل علیہ السلام بیٹا دے سکتے ہیں اور اس میں کسی کو بھی کوئی شک وشبہ نظر نہیں آتا۔ تو پھر اگر یہ کہا جائے کہ مجھے فلاں بزرگ کی دعا یا فلاں بزرگ کے وسیلہ سے خدا نے بیٹا عطا کیا ہے تو اس میں شرک کیوں ہے؟

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اِس دنیا میں تشریف لانے سے قبل آپ کا وسیلہ

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اِس دنیا میں تشریف لانے سے قبل بھی آپ کے اسمِ گرامی کو دربارِ خداوندی میں بطور وسیلہ پیش کیا گیا۔ چنانچہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس دنیا میں تشریف لانے سے قبل آپ کے وسیلہ سے حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ قبول ہوئی۔ اور یہودی بھی آپ کے وسیلہ سے دعا مانگا کرتے تھے۔ اور اللہ تعالیٰ انہیں دشمنوں پر فتح عطا فرماتا تھا۔ ارشادِ ربانی ہے: فتلقّی آدم من ربه کلمات فتاب علیه انّه هو التوّاب الرحیم

(ترجمہ) "پھر سیکھ لیے آدم علیہ السلام نے اپنے رب سے کچھ کلمے ... تو اللہ تعالیٰ نے اُن کی توبہ قبول کی۔ بے شک وہی ہے بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان۔"

★ وہ کلمے کیا تھے؛ صاحبِ تفسیر روح المعانی، صاحب تفسیر عزیزی، اور صاحب تفسیر دُرِ منثور نے ان کلمات سے مراد اللّٰھمّ انّی اسئلك بحق محمدٍ ان غفرت لی۔ (کہ اے اللہ میں تجھ سے محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے وسیلہ سے دعا کرتا ہوں کہ تو مجھے بخش دے) لیے ہیں۔ چنانچہ علامہ محمود آلوسی بغدادی جن کو علماء دیوبند بھی بہت مستند مفسّر تسلیم کرتے ہیں۔ اپنی تفسیر روح المعانی جلد اول ص ۲۱۷ میں فتلقی آدم من ربه کلمات کے تحت فرماتے ہیں: قیل رأی مکتوبا علی ساق العرش محمد رسول الله فتشفع به واذا اطلقت الكلمة على عيسى عليه السلام فلتطلق الكلمات على الروح الاعظم والحبيب الاكرم صلى الله عليه وسلم فما عيسى بل وما موسى بل وما الا البعض من ظهور انواره وزهرة من رياض انواره (ترجمہ) کہ حضرت آدم علیہ السلام نے عرش کے پائے پر محمد الرسول اللہ لکھا ہوا دیکھا

تو اِس نام کو شفیع بنایا۔ آگے صاحب تفسیر روح المعانی فرماتے ہیں۔ کہ جب عیسیٰ علیہ السلام پر کلمے کا اطلاق ہوا تو جو روح اعظم اور حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں ان پر کلمات کا اطلاق کیا جانا چاہیے کیونکہ عیسیٰ علیہ السلام اور موسیٰ علیہ السلام اور دیگر انبیاء علیہ السلام سب اسی نور اعظم کے انوار اور اسی باغ کے پھول ہیں۔

★ حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ کے متعلق ایک حدیث شریف ہے۔ اس حدیث پاک کو طبرانی نے معجم صغیر ص۲۰۷ میں اور حاکم نے مستدرک جلد دوم ص۶۱۵، ابو نعیم، بیہقی اور احمد بن محمد القسطلانی نے مواہب الدنیا مقصدِ اوّل فصل زیارت النبی میں اور محمد عبد الباقی الزرقانی نے شرحِ مواہب جلد نمبر ۸ ص۳۶۱ پر بھی نقل کیا ہے۔ اس کے علاوہ علامہ سیوطی نے خصائصِ کبریٰ میں بھی اسی حدیث پاک کو نقل کیا ہے۔ اس کے علاوہ علامہ خفاجی نے شرح الشفا میں بحوالہ حاکم تصیح کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

اور مولوی اشرف علی صاحب تھانوی (حکیم الامت علماء دیوبند) نے نشر الطیب ص۱۱ میں اس کے علاوہ شیخ الجامعہ مولانا گل بادشاہ دیوبندی نے کتاب الوسیلہ ص۸۱ میں نقل کیا ہے۔

"حضرت امیر المؤمنین عمر بن خطاب سے روایت ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب حضرت آدم علیہ السلام سے یہ لغزش سرزد ہوئی اور ان پر عتاب الٰہی نازل ہوا۔ توبہ قبول ہونے میں حیران تھے کہ اتنے میں ان کو یاد آیا۔ کہ مجھ کو جس وقت اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا تھا اور روح خاص میرے اندر پھونکی تھی تو اس وقت میں نے اپنے سر کو عرش کی طرف اٹھایا۔ اُس جگہ لکھا دیکھا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ محمد الرَّسُول اللّٰہ۔ یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ قدر کسی شخص کا اللہ تعالیٰ کے نزدیک برابر اس شخص کے نہیں کہ نام اس کا اپنے نام کے برابر لکھا ہے۔ تدبیر یہ ہے کہ بحق اس شخص کے سوال مغفرت کروں۔ پس دُعا میں کہا۔ اَسْئَلُكَ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ اِن غفرت لی (اے مولا میں تجھ سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے التجا

کرتا ہوں کہ تو مجھے بخش دے۔ حق تعالیٰ نے ان کی بخشش کی۔ اور وحی بھیجی کہ محمد کو کہاں سے جانا ہے تو نے، انہوں نے تمام ماجرا عرض کیا۔ حکم پہنچا کہ اے آدم! محمد صلی اللہ علیہ وسلم سب پیغمبروں سے پچھلے پیغمبر ہیں اولاد تیری میں سے اگر وہ نہ ہوتے تو میں تجھ کو بھی پیدا نہ فرماتا"

(۲) وکانوا من قبل یستفتحون علی الذین کفروا فلما جاءھم ما عرفوا کفروا بہ فلعنۃ اللہ علی الکافرین ہ (قرآن کریم)

(ترجمہ) اور وہ اس سے پہلے فتح مانگتے تھے کافروں پر (اس نبی کے وسیلہ سے) تو جب تشریف فرما ہوئے۔ ان کے پاس وہ نبی جنہیں وہ جانتے تھے تو انکار کر دیا اُس کے ماننے سے۔ پس پھٹکار ہو اللہ تعالیٰ کی کفر کرنے والوں پر۔

★ اسی آیت کے تحت۔ تفسیر ابن جریر جلد اوّل ص۳۰۸
آپ کی بعثت سے قبل آپ کی ذات کے وسیلہ سے مدد طلب کرتے تھے۔

★ امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر کبیر جلد سوم ص۲۰۳ پر اسی آیت کے ماتحت فرماتے ہیں۔

یہود فتح و نصرت کا سوال کرتے تھے اور کہا کرتے تھے: اللھم افتح علینا وانصرنا بالنبی الامی (نبی اُمی کے وسیلہ سے ہمیں غلبہ اور مدد عطا فرما)

★ حافظ ابنِ کثیر۔ تفسیر ابنِ کثیر جلد اوّل ص۱۲۴ پر فرماتے ہیں۔
قبل از بعثت یہود آپ کے وسیلہ سے فتح و نصرت مانگا کرتے تھے۔

★ جار اللہ زمخشری تفسیر کشاف جلد اوّل ص۲۹۶ پر فرماتے ہیں۔
یہود و مشرکین کی جب آپس میں جنگ ہوتی تھی تو یہودی غلبہ حاصل کرنے کے لیے یوں دُعا مانگا کرتے تھے اَللّٰھُمَّ انصرنا بالنبی المبعوث فی اٰخر الزمان۔ اے اللہ۔ نبی آخر الزمان کے وسیلہ سے ہماری مدد فرما۔

★ السید محمود آلوسی تفسیر روح المعانی جلد اوّل ص۲۹۸ پر بھی فرماتے ہیں نزلت فی بنی قریظة والنضیر کانوا یستفتحون علی الاوس والخزرج برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبل مبعثہ قالہ ابن عباسؓ وقتادہؓ والمعنی یطلبون من اللہ تعالیٰ ان ینصرھم بہ علی المشرکین کما روی السدی انھم کانوا اذا اشتد الحرب بینھم وبین المشرکین اخرجوا التوراة ووضعوا ایدیھم علی موضع ذکر النبی صلی اللہ علیہ وسلم وقالوا اللھم انا نسئلك بحق نبیك الذی وعدتنا ان تبعثہ فی آخر الزمان ان تنصرنا الیوم علی عدونا فینصرون۔

(ترجمہ) یہ آیت بنو قریظہ اور بنو نضیر کے حق میں اتری ہے۔ جب وہ اپنے دشمنوں اوس و خزرج پر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے وسیلہ سے آپ کی بعثت سے پہلے فتح و نصرت مانگتے تھے۔ اور یہ ارشاد حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے۔ پس معنی یہ ہوئے کہ بنو قریظہ اور بنو نضیر خداوند عالم سے یہ سوال کرتے تھے کہ اے اللہ تعالیٰ ہمیں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے اوس و خزرج پر جو مشرکین ہیں امداد فرما۔ جیسا کہ سدی نے روایت کیا ہے کہ جب لڑائی ان میں زور پکڑتی تھی تو تورات کو باہر نکال کر اپنے ہاتھوں کو اس مقام پر رکھتے تھے جہاں پر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا ذکر ہوتا تھا۔ اور یہ دعا اس حالت میں نہایت عاجزی کے ساتھ کرتے تھے۔ کہ اے اللہ ہم آپ سے سوال کرتے ہیں بوسیلہ آپ کے اس نبی کے جس کے متعلق آپ نے ہم سے تورات میں وعدہ فرمایا ہے۔ کہ میں اس کو آخر زمانہ میں مبعوث کروں گا۔ کہ تو آج ہماری امداد فرما کر ہم کو دشمنوں پر غلبہ دے۔ پس اُن کی امداد ہو جاتی تھی اور فتح یاب ہو جاتے تھے۔

★ رئیس المفسرین حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں سیستفتحون یستنصرون بمحمد والقرآن یعنی اللہ تعالیٰ سے جناب رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے اور قرآن شریف کے وسیلہ سے مدد مانگتے تھے۔

★ علامہ شیخ اسماعیل حقی نے بھی اپنی تفسیر روح البیان جلد اوّل ص۱۷۹ پر تحریر فرمایا ہے:

"جناب رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ بابرکات کے رونق افروز ہونے سے پہلے صرف تورات کے تعارف پر یہود اپنا غلبہ حاصل کرنے کی غرض سے آپکی ذات کو وسیلہ بناتے تھے اور وہ کامیاب ہو کر دشمن پر غالب ہو جاتے تھے۔"

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دنیا میں رونق افروز ہونے کے وقت آپ کا وسیلہ

ولو انھم اذ ظلموا انفسھم جاءوك فاستغفروا اللہ واستغفر لھم الرسول لوجدوا اللہ توابا رحیما ہ (قرآن مجید)

(ترجمہ) اور اگر یہ لوگ، اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب تمہارے پاس حاضر ہوں۔ پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول اُن کی شفاعت فرمائے تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا نہایت رحم کرنے والا پائیں گے۔

جو شخص یہ کہتا ہے کہ اس آیت کا حکم صرف زمانہ نبوی تک ہے۔ وہ غلطی پر ہے کیونکہ یہ اصولی قاعدہ ہے کہ عموم الفاظ کا اعتبار ہوتا ہے۔ نہ کہ مورد خاص کا۔ اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم ہر مجرم کے لیے ہر وقت وسیلہ مغفرت ہیں۔ جاءوك میں کوئی قید نہیں کہ صرف آپ کی زندگی کے وقت یا بعد میں بلکہ عام ہے کہ جس وقت مرضی ہو آئیں۔

Scanned by CamScanner

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی دُعا مومنین کے لیے وسیلۂ چین وسکون

خذ من اموالهم صدقةً تطهّرهم وتزكيهم بها وصلّ عليهم ان صلوٰتك سكن لهم (قرآن)

(ترجمہ) اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم اِن مسلمانوں کے مالوں کا صدقہ قبول فرماؤ۔ اور اس کے ذریعے آپ انہیں پاک وصاف فرماؤ۔ اور ان کے حق میں دعائے خیر کرو۔ کیونکہ آپ کی دُعا۔ اُن کے دل کا چین ہے۔ معلوم ہوا کہ صدقات وخیرات اور اعمال صالحہ طہارت کا کافی وسیلہ نہیں بلکہ طہارت تو حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کرم سے حاصل ہوتی ہے۔ اور آپ کی دعا مومنین کے لیے باعث چین وسکون ہے۔

دوسری جگہ ارشاد ہے: هوالذی بعث فی الامیین رسولا منهم یتلوا علیهم اٰیاته ویزکیهم ویعلمهم الکتٰب والحکمة ٥

(ترجمہ) رب تعالیٰ وہ قدرت والا ہے جس نے بے پڑھوں میں اُن ہی میں سے رسول بھیجا جو ان پر رب کی آیات تلاوت فرماتے ہیں۔ اور انہیں پاک فرماتے ہیں۔ اور انہیں کتاب وحکمت سکھاتے ہیں۔ اس آیت سے یہ معلوم ہوا کہ حقیقی پاکی وصفائی بھی سرکارِ دوعالم کے ہی وسیلہ سے حاصل ہوتی ہے۔

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے مکہ مکرمہ کو فضیلت

لا اقسم بهذا البلد وانت حلٌّ بهذا البلد (قرآن)

(ترجمہ) میں قسم کھاتا ہوں شہر مکہ کی حالانکہ اے محبوب اس میں تم تشریف فرما ہو۔

اس سے معلوم ہوا کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے مکہ مکرمہ کو وہ فضیلت ملی کہ رب نے اس کو قسم کھائی۔

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے کافروں کو فائدہ

وما کان الله لیعذبهم وانت فیهم (قرآن)

(ترجمہ) اللہ تعالیٰ اُن کو (کافروں کو) عذاب نہ دے گا حالانکہ آپ ان میں موجود ہیں

شانِ نزول:-

کافروں نے ایک بار حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ اگر آپ سچے ہیں تو آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں اللہ تعالیٰ ہم پر اپنا عذاب نازل کرے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے کافرو میں عذاب تو بخوبی نازل کر سکتا ہوں لیکن میری رحمت کو یہ گوارا نہیں کہ میرا محبوب بھی تم میں ہو اور میں تمہیں عالمگیر عذاب میں مبتلا کر دوں۔

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے قحط کا دُور ہونا

مسلم شریف اور بخاری شریف دونوں میں یہ حدیث پاک موجود ہے کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری حیات کے زمانے میں ایک دفعہ قحط پڑا۔ تو جمعہ کے دن خطبہ میں ایک صحابی نے دعا کے لیے عرض کیا تو حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی وقت دعا کے لیے ہاتھ اُٹھائے: فوالذی نفسی بیده ما وضعها حتی ثار السحاب امثال الجبال ثم لم ینزل عن منبره حتی رأیت المطر یتحادر علی لحیته ٥

یعنی خدا کی قسم ابھی حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دعا کے لیے اُٹھے ہوئے ہاتھ نیچے نہ گئے تھے کہ پہاڑوں کی طرح بادل اُٹھے اور حضورِ اکرم ﷺ منبر سے نہ اُترے تھے کہ میں نے بارش کا پانی آپ کی ریش مبارک سے ٹپکتا دیکھا۔

اگلے جمعہ کو زیادتی بارش کی شکایت کی گئی۔ فرفع یدیه فقال اللهم حوالینا ولا علینا فما یشیر الی ناحیةٍ من السحاب الا انفجرت (مشکوٰة)

توحضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کے لیے ہاتھ اُٹھائے اور عرض کیا کہ مولا اب ہم پر نہ برسے ہمارے آس پاس برسے۔ پھر بادل کو جس طرف اشارہ فرماتے اُدھر ہی پھٹ جاتا۔

فائدہ : اِس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ ہر مشکل اور ہر مصیبت کے وقت سرکارِ دوعالم کا وسیلہ اختیار کرنا صحابہ کرام کی سُنت ہے۔ اور آپ کے وسیلہ سے اللہ تعالیٰ مصیبت دُور بھی کر دیتا ہے۔ اور اللہ کے مقرب بندوں کے وسیلہ اختیار کرنے میں ہرگز کوئی شرک نہیں کیونکہ اگر وسیلہ شرک ہوتا تو حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابی کو سختی سے منع فرماتے بلکہ آپ نے صحابی کی مصیبت میں امداد فرما کر وسیلہ کے جواز پر مہرِ تصدیق ثبت کر دی۔

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی نعمتوں کے ملنے کا وسیلہ ہیں

مسلم شریف اور بخاری شریف دونوں میں یہ حدیث موجود ہے۔

اِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ وَاللّٰہُ یُعْطِیْ۔ میں تقسیم کرنے والا ہوں۔ اور اللہ رب العزت دینے والا ہے۔

معلوم ہوا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی نعمتیں تقسیم فرمانے والے ہیں۔ اور تقسیم فرمانے والا وسیلہ ہوتا ہے۔ لہٰذا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خالق کی ہر نعمت کا وسیلہ ہیں۔

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا غسالہ کفر کی گندگی دُور کرنے کا وسیلہ

نسائی شریف اور مشکوٰۃ شریف باب المساجد میں ہے۔

یہود کی ایک جماعت حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر

مسلمان ہوئی۔ اور عرض کی ہمارے شہر میں عبادت خانہ بیعہ ہے ہم چاہتے ہیں کہ اُسے توڑ کر مسجد بنائیں۔ فَاسْتَوْهَبْنَاهُ من فضل طهوره فدعا بماءٍ فتوضاء تمضمض ثم صبّه لنا فی اِدَاوَةٍ وأُمِرنا فقال اُخرجوا فاذا اَتیتم ارضكم فاكسروا بيعتكم فانضحوا مكانها بهٰذا الماء فاتخذوها مسجد قلنا ان البلد بعيد والحرّ شديدٌ والماء ينشف فقال مدده من الماء فانه لا يزيده الّا طيّبًا ه

(ترجمہ) ہم نے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کا غسالہ مانگا تو آپ نے پانی منگوا کر وضو کیا۔ اور کلی کی۔ اور یہ تمام پانی کلی اور وضو کا ایک برتن میں ڈال کر ہمیں عنایت فرمایا اور حکم دیا کہ جاؤ اپنے بیع میں اِس پانی کو چھڑک دو۔ اور وہاں مسجد بنالو۔ ہم نے عرض کیا کہ ہمارا شہر دُور ہے اور گرمی سخت، پانی خشک ہو جائے گا۔ فرمایا اسے اور پانی سے بڑھاتے رہو اس میں برکت رہے گی۔

ثابت ہوا کہ غسالہ مبارک کے پانی کے وسیلہ سے کُفر کی نجاستیں بھی دُور ہو سکتی ہیں۔

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابی کو اپنے وسیلہ سے دعا مانگنے کا حُکم دینا

اس حدیث پاک کو ترمذی نے ابواب الدعوات صہ ۵۱۵ پر، ابن ماجہ نے باب صلوٰۃ الحاجت صہ ۹۹، حافظ نورالدین سبکی شفا السقام صہ ۱۶۵، امام سیوطی خصائص کبریٰ صہ ۲۰۱، امام قسطلانی نے مواہب الدنیا اور علامہ زرقانی نے شرح مواہب جلد ۸ صہ ۳۶۱ پر نقل کیا ہے۔ اِس روایت کی تصحیح ایک بڑی جماعت نے حفاظ حدیث میں سے کی ہے۔ جن کی تعداد تقریباً پندرہ تک ہے۔ مگر امام ترمذی، النسائی، ابن حبان، طبرانی، ابونعیم، حاکم، بیہقی، مسند امام احمد البدایہ والنہایہ، شفا شریف مصنفہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ اور شرح شفا مصنفہ علامہ خفاجی خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ امام ترمذی نے کہا ہے۔ ھٰذا حدیث حسنٌ صحیحٌ اور

امام بیہقی نے بھی اس حدیث کو صحیح کہا ہے ۔ عن عثمان بن حنیف قال ان رجلا ضریرالبصر اتی النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم فقال اُدعُ اللّٰہ ان یعافینی قال اِن شئت دعوت وان شئت صبرت فھو خیر لک قال فادعہ قال فامرہ ان یتوضاء فیحسن الوضوءُ ویدعوا ۔ بھذا الدعاء اللھم انی اسئلک واتوجہ الیک بنبیک محمدن النبی الرحمۃ انی توجھت بک الی ربی فی حاجتی ھٰذہ لتقضٰی لی اللھم شفعہ فیَّ رواہ الترمذی

(ترجمہ) حضرت عثمان بن حنیف سے روایت ہے ۔ فرماتے ہیں ایک نابینا شخص بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوا ۔ اور عرض کی یا نبی اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلم آپ اللّٰہ تعالیٰ سے میرے حق میں دُعا فرمادیں کہ مجھے آرام دے ۔ یعنی میری آنکھیں تندرست ہو جائیں، تو آپ نے جواباً ارشاد فرمایا اگر تو چاہے تو دعا کروں ۔ اور اگر تو چاہے تو صبر کر ۔ اور یہی تیرے لیے بہتر ہے ۔ وہ بولا کہ حضور صلی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلم اللّٰہ تعالیٰ سے دُعا فرمادیں ۔ راوی کا کہنا ہے کہ حضورِ اکرم صلی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس کو حکماً فرمایا کہ اچھی طرح وضو کر ۔ اور یہ دُعا مانگ ۔ الٰہی میں تجھ سے مانگتا ہوں اور تیری طرف تیرے رحمت والے نبی جناب محمد مصطفٰے صلی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلم کے وسیلہ سے متوجہ ہوتا ہوں ۔ یا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلم میں آپ کے توسل سے اپنے رب کی طرف توبہ کرتا ہوں تاکہ میری حاجت پوری ہو جائے ۔ الٰہی میرے بارے میں اُن کی شفاعت پُوری فرما ۔"

ثابت ہوا کہ صحابہ کرام کا عقیدہ تھا کہ حضورِ اکرم صلی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلم وسیلۂ عظمیٰ ہیں ۔ براہِ راست بھی خدا سُنتا ہے ۔ لیکن وسیلہ سے مقبولیت جلدی ہوتی ہے ۔ اس نابینا کے حق میں خود آپ نے دُعا نہ فرمائی بلکہ اُسے دُعا کے الفاظ سکھائے ۔ تاکہ قیامت تک کے مسلمان اِس سے فائدہ اُٹھائیں ۔ یہاں سرکارِ دو عالم صلی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلم نے خود اپنے وسیلے سے دُعا مانگنے کا حکم دیا ہے ۔

اِس حدیث کے متعلق مولوی اشرف علی تھانوی دیوبندی کی رائے

مولوی اشرف علی تھانوی دیوبندی اپنی کتاب نشر الطیب میں لکھتے ہیں ۔

"اس حدیث سے توسل صراحتاً ثابت ہوا اور چونکہ آپ کا اسی کے لئے دُعا فرمانا کہیں منقول نہیں ۔ اس سے ثابت ہوا کہ جس طرح توسل کسی کی دعا کا جائز ہے اسی طرح توسل دُعا میں کسی کی ذات کا بھی جائز ہے ۔"

مولوی اشرف علی تھانوی کے علاوہ مولانا بادشاہ گل شیخ الجامعہ اکوڑہ خٹک نے بھی اس حدیث پاک کو اپنی کتاب "الوسیلہ" پر تحریر کرکے اُس کو مستند لکھا ہے ۔

حضورِ اکرم صلی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلم کے وسیلہ سے بارش

اس حدیث پاک کو امام بخاری نے صحیح بخاری شریف میں استسقاء کی بحث میں نقل کیا ہے ۔ حدیث طویل ہے ۔ مقصد کا فقرہ یہ ہے ۔ فاتاہ ابوسفیان فقال یا محمد انک تامر بطاعۃ اللّٰہ وبصلۃ الرحم وان قومک قد ھلکوا فادع اللّٰہ لھم

جناب محمد مصطفٰے صلی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس ابوسفیان آیا اور آکر کہنے لگا اے محمد صلی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلم ۔ آپ اللّٰہ تعالیٰ کی اطاعت اور صلہ رحمی کا امر فرماتے ہیں ۔ اور حال یہ ہے کہ آپ کی قوم قحط سالی کے باعث ہلاک ہو رہی ہے ۔ پس چاہیئے کہ آپ اُن کے حق میں دُعا فرمادیں تاکہ آپ کی دُعا سے قحط اور تنگی دُور ہو ۔

سرکارِ دو عالم صلی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلم کے وصال کے بعد آپ کا وسیلہ

ولو انھم اذ ظلموا انفسھم جاءوک فاستغفروا اللّٰہ واستغفر لھم الرسول لوجدوا اللّٰہ توابا رحیما ۰ (پ ۵ ع ۶ سورۃ النساء)

(ترجمہ) اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب تمہارے پاس حاضر ہوں ۔ پھر اللّٰہ سے معافی چاہیں اور رسول اُن کی شفاعت فرمائے تو ضرور اللّٰہ کو بہت توبہ قبول

کرنے والا نہایت رحم کرنے والا پائیں گے

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر مجرم کے لیے ہر وقت تاقیامت وسیلۂ مغفرت ہیں۔

(ولو انھم اذ ظلموا) میں قبل از وصال کی کوئی قید نہیں اور لفظ 'اذ' ظرف ہے اور عام ہے۔ یعنی قبل از وفات اور بعد از وفات کی کوئی قید نہیں۔ علماء اور فقہا نے اس کو عام مانا ہے جو قبل از وصال اور بعد از وصال دونوں کو شامل ہے۔ نیز قاعدہ اصولیہ والمطلق یجری علی اطلاقہ بھی اس کا مقتضی ہے اور تقیید بغیر حجت کے صحیح نہیں ہے۔

★ تفسیر قرطبی جلد ۵ ص ۲۲۵ پر، تفسیر مدارک جلد اول ص ۳۶۹، تفسیر ابن کثیر جلد اول ص ۵۲۰ پر اسی آیت کے ماتحت۔ اس کے علاوہ مولوی اشرف علی صاحب تھانوی (حکیم الامت علماء دیوبند) نے نشر الطیب ص ۲۰۲ پر اور شیخ الجامعہ مولانا بادشاہ گل دیوبندی اکوڑہ خٹک نے کتاب الوسیلہ ص ۷ پر اسی روایت کو نقل کیا ہے۔ تاریخ حبیب الٰہ میں بھی یہ روایت موجود ہے۔

(ترجمہ) حضرت ابو صالح حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دفن کے تین دن بعد ایک اعرابی نے قبر مبارک پر آکر اپنے آپ کو قبر شریف پر گرایا۔ اور قبر شریف کی مٹی لے کر اپنے سر پر ڈالی اور کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ نے فرمایا۔ ہم نے سنا آپ نے اللہ تعالیٰ سے یاد کیا اور ہم نے آپ سے یاد کیا۔ اور ان میں سے جو آپ پر اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے۔ یہ بھی ہے۔ ولو انھم اذ ظلموا الایۃ پس میں نے اپنے نفس پر ظلم کیا ہے اور آپ کے پاس اس لیے آیا ہوں کہ آپ میرے لیے سفارش فرما کر میرے گناہوں کی بخشش مانگیں تو قبر مبارک سے ندا آئی کہ تم بخشے گئے ہو۔

فائدہ: اس حدیث پاک سے یہ بات واضح ہو گئی کہ صحابی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد بھی اللہ رب العزت سے اپنے گناہ بخشوانے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مزار اقدس پر آتے تھے۔ اور حضور کے وسیلہ سے ان کے گناہ معاف ہوتے تھے۔ اور صحابہ سرکار کے وصال کے بعد بھی آپ کے وسیلہ میں کسی قسم کا شائبہ شرک نہیں سمجھتے تھے۔ جیسا کہ آج کل کے بعض جاہل سمجھتے ہیں۔ اور اس حدیث پاک سے بعد از وصال حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مزار شریف میں حیات ثابت ہے۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد صحابی کا سرکار کے وسیلہ سے دعا مانگنا

اس حدیث پاک کو طبرانی نے معجم صغیر ص ۱۰۳، بیہقی نے دلائل النبوۃ، امام تقی الدین سبکی نے شفاء السقام ص ۱۶۷، ابن تیمیہ نے التوسل والوسیلہ، امام جلال الدین سیوطی نے خصائص کبریٰ جلد دوم ص ۲۰۱، شوکانی نے تحفۃ الذاکرین ص ۱۶۲، علامہ یوسف نبہانی نے شواہد الحق ص ۳۰۱ اور علماء دیوبند کے حکیم الامت مولوی اشرف علی صاحب تھانوی نے نشر الطیب ص ۳۰۳ اور مولانا بادشاہ گل دیوبندی نے کتاب الوسیلہ ص ۲۸ پر اس حدیث پاک کو نقل کیا ہے۔ اس کے علاوہ شاہ عبدالغنی محدث دہلوی نے انجاح الحاجۃ میں بھی اس حدیث پاک کو نقل کیا ہے۔

ایک شخص حضرت عثمان بن عفان کے پاس ان کی خلافت کے زمانے میں اپنی کسی ضرورت کے لیے آیا کرتا تھا۔ لیکن حضرت عثمان کو اس کی ضرورت کی طرف توجہ دینے کا موقع ہی نہ ملتا تھا۔ اس شخص نے حضرت عثمان بن حنیف سے اس کی شکایت کی۔ انہوں نے اس کو مشورہ دیا کہ وضو کی جگہ وضو کر کے مسجد میں دو رکعت نفل پڑھ کر یوں دعا مانگ، اللھم انی اسئلك واتوب الیك بنبینا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نبی الرحمۃ یا محمد انی توجھت بك الی ربی وتذکر حاجتك۔

(ترجمہ) اے اللہ تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں تیرے نبی رحمت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے واسطے سے یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اپنے رب کی طرف آپ کے واسطے سے توجہ کرتا ہوں۔ تاکہ میری فلاں حاجت پوری کر دی جائے۔"

وہ شخص گیا اور ایسا ہی کیا۔ پھر حضرت عثمان بن عفان کے دروازے پر آیا تو دربان گھر سے نکلا اور اُس شخص کا ہاتھ پکڑا اور حضرت عثمان کے پاس لے جا کر چٹائی پر بٹھا دیا۔ حضرت عثمان نے اِس سے کہا اپنی ضرورت بیان کرو۔ اُس نے فوراً ضرورت بیان کی۔ آپ نے فوراً ضرورت پوری کر دی۔ اور فرمایا کہ اب تک تو نے اپنی ضرورت کا ذکر کیوں نہیں کیا۔ آئندہ ضرورت محسوس ہو تو کہہ دیا کرنا۔ وہ شخص وہاں سے نکلا تو حضرت عثمان ابن حنیف سے ملاقات ہوگئی۔ اور کہا اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے۔ انہیں میری ضرورت کی طرف توجہ دینے کا موقع ہی نہ ملتا تھا جب آپ نے اُن سے کہا تب اُنہوں نے میری حاجت سماعت کی۔ ابن حنیف نے کہا۔ بخدا۔ میں نے حضرت عثمان سے بات تک نہ کی۔ البتہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا تھا۔ وہاں آپ کے پاس ایک نابینا آیا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اپنی بصارت ختم ہو جانے کی شکایت کی۔ آپ نے فرمایا وہ وضو خانے جائے اور وضو کرکے پھر دو نفل پڑھے اور پھر یوں دُعا مانگے۔ ابن حنیف کا بیان ہے کہ ابھی ہم مجلس سے اُٹھے بھی نہ تھے اور گفتگو ہو ہی رہی تھی کہ وہ ہمارے پاس اس حالت میں آیا گویا کہ کبھی نابینا تھا ہی نہیں۔ میں نے تمہیں وہی دُعا بتا دی۔ جس کی برکت سے تمہاری حاجت بر آئی۔

قارئین کرام: اِس حدیث پاک سے یہ بھی معلوم ہوا کہ صحابہ کرام سرکار کے وصال کے بعد آپ کے وسیلہ سے دُعا کرنا اور آپ کو یا محمد کہہ کر پکارنا جائز و مستحسن

سمجھتے تھے۔ اور آپ کے وسیلہ سے دعا کو قضا حاجات کا بہترین ذریعہ سمجھتے تھے۔

علماء دیوبند کے حکیم الامت مولوی اشرف علی صاحب تھانوی اپنی کتاب نشر الطیب میں اس حدیث پاک کو لکھنے کے بعد لکھتے ہیں۔

"کہ اس حدیث پاک سے توسل بعد از وفات بھی ثابت ہوا۔"

روضۂ نبوی کی چھت کھولنے سے بارش کا ہونا

دارمی شریف اور مشکوٰۃ شریف ص۵۴۵ باب الکرامات میں یہ حدیث پاک موجود ہے۔ کہ ایک دفعہ مدینہ شریف میں سخت قحط پڑ گیا۔ لوگوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے عرض کیا آپ نے فرمایا: انظروا قبر النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وجعلوا منه كوى الى السماء حتى لا يكون بينه وبين السماء سقف ففعلوا فمطروا مطرًا حتّى يكون نبت العشب وسمنت الابل حتّى تفتّقت من الشحم فسمّى عام الفتق۔

حضرت عائشۃ الصدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی چھت کھول دو۔ کہ قبر انور اور آسمان کے درمیان چھت حائل نہ رہے۔ تو لوگوں نے ایسا ہی کیا تو فوراً بارش ہوئی۔ یہاں تک کہ چارہ اُگا۔ اُونٹ موٹے ہو گئے۔ گویا چربی سے بھر گئے۔ اور اس کا نام عام فتق رکھ دیا گیا۔

معلوم ہوا کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبرِ انور بھی بارانِ رحمت کا وسیلہ ہے۔ اور اسی کو وسیلہ بنانے کا حکم دینے والی ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ ہیں۔

صحابی کا مشکل وقت میں روضۂ نبوی پر حاضر ہونا

اِس حدیث پاک کو امام بیہقی نے دلائل النبوۃ میں۔ امام تقی الدین سبکی نے شفاء السقام

ص۱۴۷ ۔ احمد بن محمد قسطلانی نے مواہب الدنیا باب استسقا میں، محمد عبدالباقی الزرقانی نے شرحِ مواسب الدنیا جلد ہشتم ص۷۷ پر، ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری جلد دوم ص۴۱۲ پر، علامہ یوسف نبھانی نے شواہد الحق ص۳۲۵ پر، شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے قرۃ العینین ص۱۹۱ پر اور علماء دیوبند کے شیخ الجامعہ اور مفسرِ قرآن مولانا بادشاہ گل دیوبندی نے کتاب الوسیلہ ص۲۶ پر نقل کیا ہے ۔

حضرت عمر بن خطاب کے دورِ خلافت میں قحط پڑ گیا ۔ پس ایک شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبرِ انور پر حاضر ہوا ۔ اور عرض کی "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی اُمت کے لیے بارش طلب کیجیے کیونکہ آپ کی اُمت ہلاک ہو رہی ہے ۔

تو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اُس کو خواب میں فرمایا ۔ کہ عمر کے پاس جاؤ اور اُس کو بتاؤ کہ عنقریب سیراب کیے جائیں گے ۔ اور (امورِ خلافت میں) عمر کو بیدار مغزی سے قائم رہنے کو کہو ۔ یہ سُن کر وہ شخص حضرت عمر کے پاس حاضر ہوا ۔ پس حضرت عمر پر گریہ طاری ہوا ۔ اور کہنے لگے ۔ اے اللہ جہاں تک بس چلتا ہے میں کوتاہی نہیں کرتا ۔

اور سیف بن عمر التیمی نے الفتوح الکبیر میں روایت کیا کہ خواب میں جس خوش نصیب کو زیارتِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نصیب ہوئی وہ بلال بن حارث مزنی تھے ۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وسیلہ سے نمازوں میں تخفیف

صحاح ستہ کی مستند کتابوں بخاری شریف اور مسلم شریف دونوں میں یہ حدیث پاک موجود ہے اس کے علاوہ مشکوٰۃ شریف میں بھی ہے : فرجعت فمررت علی موسیٰ فقال بما اُمرت قلت بخمسین صلوٰۃ کل یوم قال انّ امتك لا تستطیع خمسین صلوٰۃ کل یوم وانی واللہ جربت الناس قبلك وعالجت بنی اسرائیل اشد المعالجۃ فارجع الی ربك فسئله التخفیف لامتك ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ الخ

(ترجمہ) "حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ ہم واپسی میں موسیٰ علیہ السلام پر گزرے تو آپ نے پوچھا کہ آپ کو کیا حکم ملا ۔ فرمایا، ہر دن پچاس نمازوں کا حکم ملا ۔ فرمایا حضور آپ کی اُمت میں اتنی طاقت نہیں ۔ میں بنی اسرائیل کو آزما چکا ہوں اپنی اُمت کے لیے رب سے رعایت مانگیے ۔"

غرض کہ کئی بار موسیٰ علیہ السلام نے آپ کو واپس تخفیف کے لیے لوٹایا اور بالآخر پانچ رہیں۔ معلوم ہوا کہ موسیٰ علیہ السلام کے وسیلہ سے یہ رعایت اور رحمت ملی ۔ معلوم ہوا کہ انبیاء کرام بعد از وصال بھی وسیلہ بن سکتے ہیں اور اسی حدیث پاک سے حیات انبیا بھی ثابت ہے ۔

قارئین کرام : اگر موسیٰ علیہ السلام بعد از وصال بھی نمازوں میں تخفیف کا وسیلہ بن سکتے ہیں تو کیا وہ نبی آخر الزماں کہ حضرت موسیٰ بھی جن کے صدقے پیدا ہوئے وہ بعد از وصال اپنی اُمت کے لیے مشکلات میں وسیلہ نہیں بن سکتے ۔

وسیلہ کے جواز پر صحابہ کا اجماع

اس حدیث پاک کو امام بخاری نے بخاری شریف جلد اوّل ص۱۳۷ باب الاستسقاء میں ۔ حاکم نے مستدرک میں ۔ امام عبدالرزاق نے مصنف عبد الرزاق میں، ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری جلد دوم ص۴۱۲ پر ۔ ابن تیمیہ نے اپنے رسالہ "التوسل والوسیلہ" میں، امام قسطلانی نے مواہب الدنیہ باب الاستسقا میں، علامہ زرقانی نے شرح مواہب جلد ہشتم ص۷۷ پر بھی اس حدیث پاک کو نقل کیا ہے ۔ اس حدیث پاک سے بھی "ذوات" کو وسیلہ بنانے کا جواز ثابت ہوتا ہے ۔ حدیث یہ ہے ۔

حضرت انس بن مالک کا بیان ہے کہ حضرت عمر فاروق کا معمول تھا کہ جب لوگ قحط کا شکار ہوتے تھے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وسیلہ سے بارش کی دُعا کرتے تو لوگ کہتے ۔

اللّٰھمّ ان کنّا نتوسل الیک بنبیّنا صلی اللہ علیہ وسلم فتسقینا
وانا نتوسل الیک بعم نبیّنا صلی اللہ علیہ وسلم فاسقینا۔

(ترجمہ) اے اللہ! ہم تیری بارگاہ میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وسیلہ پیش کرتے تھے تو ہمیں سیراب فرمایا کرتا تھا۔ اور اب ہم تیرے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چچا کا وسیلہ پیش کرتے ہیں تو ہمیں سیراب فرما۔

راوی کا بیان ہے کہ لوگ سیراب کئے جاتے تھے۔ حافظ ابن حجر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوگوں سے متوجہ ہو کر فرمایا۔

"بے شک حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے چچا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اپنے والد کی طرح تعظیم کرتے تھے۔ لہٰذا تم آپ کے چچا کے بارے میں آپ کی اقتدا کرو۔" (فتح الباری جلد دوم ص۴۱۲)

قارئین کرام: مندرجہ بالا حدیث پاک میں اس بات کا ذکر نہیں کہ حضرت عمر نے حضرت عباس سے فرمایا ہو کہ آپ دعا فرماویں۔ ہم آپ کی دعا کے ذریعے سوال کرتے ہیں۔ بلکہ بخاری شریف کی روایت کے مطابق آپ نے فرمایا۔ انّا نتوسّل الیک بعم نبیّنا۔ غرض یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات کو وسیلہ بنایا۔ بلکہ صحابہ کرام سے بھی کہا کہ وہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وسیلہ سے دعا مانگا کریں۔ فرماتے ہیں۔

"اِتخذوہ الی عباساً رضی اللہ عنہ وسیلۃ" (پکڑو ان کو یعنی حضرت عباس کو وسیلہ)
یہ سب کچھ تمام صحابہ کرام کے سامنے ہوا لیکن کسی صحابی نے بھی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول و فعل پر اعتراض نہ کیا۔

قارئین کرام: مندرجہ بالا حدیث پاک میں جو توسل ہے درحقیقت یہ بھی

توسل بالنبی ہے۔ کیونکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قرابت اور چچا ہونے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اپنے والد محترم کی طرح تعظیم کرنے کی بنا پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وسیلہ بنا کر فاتخذوا یہا الناس برسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی عمہ العباس کا حکم صادر فرمایا۔
تو اس وقت حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تعظیم یا ان کے حقوق کا احترام جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم اور حقوق کا احترام ہے۔

علامہ عبدالبر نے استیعاب میں فرمایا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا توسل حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ باب استسقاء میں اس وجہ سے ہوا کہ جب سخت قحط حضرت عمرؓ کے دورِ خلافت میں پڑا تو حضرت کعب نے فرمایا اے امیر المؤمنین جب بنی اسرائیل پر سخت قحط پڑتا تھا۔ جیسا کہ آج کل پڑا ہے تو وہ انبیاء کے عصبات اور اولاد خاندان کے وسیلہ سے دعا مانگتے تھے۔ تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ یہ (عباس) جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا اور مانند پدر ہیں۔ اور بنی ہاشم کے سید اور سردار ہیں۔ تو حضرت عمرؓ حضرت عباسؓ کے پاس تشریف لے گئے اور قحط سالی کی شکایت کی

جیسا کہ پہلے مستند احادیث بیان ہو چکی ہیں۔ صحابہ کرام باقاعدہ طور پر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال سے قبل اور بعد بھی آپ کی ذاتِ اقدس کو وسیلہ بناتے تھے۔ اور یہ سلسلہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں بھی جاری تھا۔ مگر عام الرمادۃ میں حضرت کعب کی تحریک پر حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی سامنے لا کر وسیلہ بنایا تاکہ توسل بالصحابی اور توسل بعصبۃ النبی بھی حاصل ہو جائے۔ یہ بات ہرگز نہ تھی کہ صحابہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد آپ کے توسل کو، نعوذ باللہ ناجائز سمجھتے تھے۔ اگر صحابہ سرکار کے وصال کے بعد توسل بالنبی کو ناجائز سمجھتے تو حضرت عائشہ صدیقہ

بارش کے لیے آپ کے روضۂ انور کی چھت کھولنے کا حکم نہ دیتیں۔ اور حضرت عثمان بن حنیف جیسے جلیل القدر صحابی اپنے ایک دوست صحابی کو حضرت عثمان سے ایک حاجت پوری کرانے کے لیے یہ دعا۔ **اللھم انی اسئلک واتوجہ الیک بنبیک محمد نبی الرحمۃ .... الخ** نہ سکھاتے اور حضرت عمر فاروق کے عہد میں ایک اور صحابی بارش کی دعا کے لیے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر انور پر حاضر ہو کر یہ نہ کہتے، یارسول اللہ اپنی اُمت کے لیے بارش طلب کیجیے۔ کیونکہ آپ کی اُمت ہلاک ہو رہی ہے۔ اسی حدیث پاک کے ماتحت مولوی اشرف علی تھانوی حکیم الامت علماء دیوبند اور مولانا بادشاہ گل دیوبندی کا فرمان بھی سن لیجیے! نشر الطیب اور کتاب الوسیلہ میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ توسل کے ذیل میں موجود ہے۔

"اس حدیث سے غیر نبی کے ساتھ بھی توسل جائز نکلا۔ جبکہ اُس کو نبی کے ساتھ کچھ تعلق ہو قرابتِ حسیہ کا یا قرابت معنویہ کا۔ تو توسل بالنبی کی ایک صورت یہ بھی نکلی اور اہل فہم نے کہا ہے کہ اس پر متنبہ کرنے کے لیے حضرت عمرؓ نے حضرت عباسؓ کا توسل کیا نہ اس لیے کہ پیغمبر علیہ السلام کے وصال کے بعد آپ کا وسیلہ ناجائز ہے۔"

یونہی طبقات ابن سعد کی روایت کے مطابق حضرت معاویہ بن ابی سفیان نے صحابہ اور تابعین کے سامنے یزید بن اسود کے وسیلہ سے بارش طلب فرمائی۔ حاضرین میں سے کسی ایک نے بھی آپ کو نہ ٹوکا۔

لہٰذا صحابہ کرام اور تابعین کے اجماع سکوتی سے ثابت ہوا کہ اشخاص کو وسیلہ بنانا جائز ہے۔ اگر اشخاص کو وسیلہ بنانا شرک و حرام یا ناجائز ہوتا تو حضرت عمر فاروق ــــ حضرت عباس کا وسیلہ اور حضرت امیر معاویہ حضرت یزید بن اسود کا وسیلہ دربارِ خداوندی میں کبھی پیش نہ کرتے اور نہ ہی ان دونوں کے ایسا کرنے پر صحابہ کرام سکوت اور خاموشی اختیار کرتے۔ پھر لطف کی بات یہ ہے کہ وہابیوں کے امام ابن تیمیہ نے اپنے رسالہ

"التوسل والوسیلہ" میں ان دونوں واقعات کے بارے میں اجماع صحابہ کو صراحتاً تسلیم کیا ہے اور لکھا ہے۔

"حضرت عمر فاروق نے اپنی دعا میں جو بالاتفاق علماء حدیث صحیح اور مشہور کا درجہ رکھتی ہے۔ مہاجرین اور انصار کے عظیم اجتماع میں اُس سال جو "عام الرمادۃ" کے نام سے مشہور ہے۔ حضرت عباس کے وسیلہ سے بارش کی دعا مانگی۔ اور اس دعا کے مؤید تمام صحابہ تھے اور کسی عالم نے اس کے مشہور ہونے کے باوجود اس کا رد نہیں کیا یہ اقراری اجماع کی سب سے واضح ترین مثال ہے۔ اور حضرت معاویہ بن سفیان نے بھی اپنے عہد میں اسی طرح کی دعا مانگی تھی۔"

اس طرح حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد آپ کی ذات کے توسل پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد میں صحابہ کا اجماع منعقد ہو چکا ہے۔ جب کہ حضرت بلال بن حارث مزنی آپ کے روضۂ اقدس پر حاضر ہوئے۔ اور یوں عرض کی۔

"یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی اُمت کے لیے بارش طلب فرمائیں وہ ہلاک ہوا چاہتے ہیں۔" تو ان کو خواب میں حکم دیا گیا کہ حضرت عمر کے پاس جاکر کہو کہ تم سیراب کیے جاؤ گے۔ وہ حضرت عمر کے پاس آئے اور اپنا خواب بیان کیا۔ حضرت عمرؓ رو پڑے اور بارگاہِ الٰہی میں یوں عرض کی۔ "اے میرے رب میں نے اپنی بساط کے مطابق کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔"

اس حدیث پاک کو، امام بیہقی نے دلائل النبوت میں، ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری جلد دوم ص۴۱۲ پر، امام قسطلانی نے مواہب اللدنیہ باب الاستسقاء میں، علامہ زرقانی نے شرح مواہب اللدنیہ جلد ہشتم ص۷۷ پر، علامہ یوسف نبہانی نے شواہد الحق ص۱۴۲ پر، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے قرۃ العینین ص۱۹۱ پر، اور علماء دیوبند کے شیخ الجامعہ

مولانا بادشاہ گل دیوبندی نے "کتاب الوسیلہ" صد ۲۶ پر نقل کیا ہے۔

اِس طرح ہم حدیث پاک نقل کرکے آئے ہیں۔ کہ ایک شخص حضرت عثمان بن عفان کے پاس کسی کام کے سلسلہ میں آیا کرتا تھا لیکن آپ اُس کی طرف توجّہ نہیں دے رہے تھے ایک دِن اُس آدمی کی حضرت عثمان بن حنیف سے ملاقات ہوگئی تو اُنہوں نے اُس کو یُوں دُعا مانگنے کا طریقہ سکھایا۔

"یا اللہ میں سوال کرتا ہوں تجھ سے اور متوجّہ ہوتا ہوں تیری طرف تیرے نبیٔ رحمت کے وسیلہ سے، یارسول اللہ میں آپ کے وسیلہ سے اپنے رب کی طرف متوجّہ ہوتا ہوں کہ وہ میری حاجت پوری فرمائے۔"

اِس حدیث پاک کو طبرانی نے معجم صغیر میں، بیہقی نے دلائل النبوّت میں، امام تقی الدّین سبکی نے شفاء السقام میں، ابنِ تیمیہ نے التوسل والوسیلہ میں، امام جلال الدین سیوطی نے خصائص کبریٰ میں۔ شوکانی نے تحفۃ الذاکرین میں، حکیم الامّت علماء دیوبند مولوی اشرف علی تھانوی نے نشر الطیب میں نقل کیا ہے۔

قارئین کرام: حضرت بلال بن حارث مزنی کے قول و فعل پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کوئی اعتراض نہ کیا اور نہ ہی دوسرے صحابہ میں سے کسی نے اعتراض کیا۔ اور کسی صحابی نے یہ نہیں کہا کہ بعد از وصال سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا وسیلہ جائز نہیں۔ اور پھر حضرت عثمان بن حنیف ایک جلیل القدر صحابی ہیں۔ جو اپنے ساتھی (ایک اور صحابی)، کو حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے وسیلہ سے دُعا مانگنے کا مشورہ دے رہے ہیں۔ تو نہ تو حضرت عثمان بن حنیف نے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے وصال کے بعد وسیلہ کو ناجائز سمجھا۔ اور نہ ہی دوسرے صحابی نے اِس کو ناجائز سمجھا۔

اور صحابہ کرام یا بعد میں آنے والوں میں سے کسی کا بھی انکار نہ کرنا۔ یہ صحابہ و تابعین کا اجماع سکوتی ہے۔ بلکہ ابنِ تیمیہ نے بھی اِس اجماع کے انعقاد کو تسلیم کیا ہے۔

اِس کے علاوہ حضرت ابوصالح حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دفن کے تین دن بعد ایک اعرابی نے قبرِ انور پر آکر اپنے آپ کو قبر شریف پر گرایا اور قبر شریف کی مٹی لے کر اپنے سر پر ڈالی اور کہا یارسول اللہ خدا نے جو کچھ آپ پر نازل کیا ہے اس میں یہ بھی ہے۔ ولو انّھم اذظلموا انفسھم۔ پس میں نے اپنے نفس پر ظلم کیا ہے اور آپ کے پاس اس لیے آیا ہوں کہ آپ میرے لیے سفارش فرماکر میرے گناہوں کی بخشش مانگیں تو قبر مبارک سے ندا آئی کہ تم بخشے گئے ہو۔ اس حدیث پاک کو تفسیر قرطبی۔ تفسیر مدارک، تفسیر ابنِ کثیر اور مولوی اشرف علی تھانوی دیوبندی نے نشر الطیب میں بھی نقل کیا ہے۔

قارئین کرام! مقامِ غور ہے کہ اگر سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی وفات کے بعد آپ کا توسل ناجائز و شرک ہوتا تو وہ اعرابی قبر پر کبھی بھی نہ آتا اور اگر بالفرض وہ غلطی کر بیٹھا تھا۔ تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دوسرے صحابہ اُسے ضرور روکتے۔ اور بعد میں آنے والے جلیل القدر محدثین اس کو کبھی روایت نہ کرتے۔ معلوم ہوا کہ توسل بعد از وفات کو حضرت علی بھی جائز و مستحسن جانتے تھے۔ اور دوسرے صحابہ بھی۔ اور دوسرے سلف صالحین جو اس روایت کو نقل کر رہے ہیں۔ انہوں نے بھی اِس سے کوئی اختلاف نہیں کیا۔

بحمدہٖ تعالیٰ آیاتِ قرآنیہ اور احادیثِ صحیحہ کی روشنی میں یہ بات اظہر من الشمس ہوگئی کہ انبیاء و صالحین خصوصاً نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذات کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں آپ کی پیدائش سے پہلے اور آپ کی حیاتِ طیّبہ میں اور وفات کے بعد ہر حال میں وسیلہ بنانا جائز ہے۔

نیز صحابہ کرام کے زمانے سے اب تک اُمّتِ مُسلم کا اتفاق رہا ہے کہ آپ کی ذاتِ اقدس کو بعد از وصال بارگاہِ الٰہی میں بطور وسیلہ پیش کرنا صحیح ہے۔

لہٰذا متاخرین میں سے جو شخص عدم جواز کا قائل ہے۔ اُس کا قول مردود ہے کیونکہ

اُس کا قول صحابہ اور صحابہ کے بعد آنے والے خیار اُمت کے اجماع کے خلاف ہے۔ اور جو قول اجماع اُمت کے خلاف ہو وہ مردُود اور غیر معتبر ہے۔

اللہ کے مقرب بندوں کے تبرکات بھی فتح پانے اور مُشکل حل کرنے کا وسیلہ ہیں

انّ اٰیۃ ملکہ ان یاتیکم التابوت فیہ سکینۃ من ربکم وبقیۃ مما ترك اٰلُ موسٰی واٰل ھٰرون تحملہ الملائکۃ۔ (قرآن)

شموئیل علیہ السّلام نے بنی اسرائیل سے فرمایا کہ طالوت کی بادشاہت کی دلیل یہ ہے کہ اُس کے پاس تابوت سکینہ آئے گا۔ جس میں موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السّلام کے تبرکات ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو یہ صندوق دیا تھا جس میں موسیٰ علیہ السّلام کے نعلین شریف، ہارون علیہ السّلام کی دستار مبارک اور دیگر تبرکات تھے۔ جسے بنی اسرائیل جنگ میں اپنے آگے رکھتے تھے۔ جس کی برکت سے دشمن پر فتح پاتے تھے۔ معلوم ہوا کہ بزرگوں کے تبرکات کے وسیلہ سے آفات دُور ہوتی ہیں، مشکلات حل ہوتی ہیں۔

اذھبوا بقمیصی ھٰذا فالقوہ علیٰ وجہ ابی یات بصیرا (قرآن)

یوسف علیہ السّلام نے اپنے بھائیوں سے فرمایا کہ میری قمیض لے جاؤ اور میرے والد ماجد کے منہ پر ڈال دو ان کی آنکھیں بینا ہو جائیں گی۔

قارئین! مقام غور ہے۔ یہاں قمیض بھیجنے والا بھی نبی ہے اور قمیض کو اپنے منہ پر رکھنے والا بھی نبی ہے۔ اب قمیض سے نفع وشفا لینے والا نبی ہے۔ اور قمیض ہے بھی غیر اللہ۔ اگر غیر اللہ کو نفع ونقصان اور شفاء کا وسیلہ سمجھنا شرک ہے تو پھر تو آج کل کے وسیلہ کے منکرین کو یوسف علیہ السلام اور یعقوب علیہ السّلام پر نعوذ باللہ

شرک کا فتویٰ لگا دینا چاہیئے۔

اور اگر نبی کی قمیض نفع وشفا دے سکتی ہے تو نبی خود کیوں نہیں نفع دے سکتا۔

یہ ٹھیک ہے چاہے قمیض ہو چاہے نبی خود ہو ان میں اثر رکھنے والا تو خداوند علیم وخبیر ہے

یہ تو انبیاء سابقین کے تبرکات کی بات تھی۔ اب آیئے فخرِ رسل جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے تبرکات کی جانب کہ ان کے متعلق صحابہ کا کیا عقیدہ تھا؟ اور ان تبرکات سے صحابہؓ کو کیا کچھ حاصل ہوا۔

★ (مسلم شریف، مشکوٰۃ شریف)۔ حضرت اسماءؓ کے پاس حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا جُبّہ شریف تھا۔ اور فرماتی تھیں: ھٰذا جبّۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کانت عند عائشۃ فلما قبضت قبضتھا وکان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یلبسھا فنحن نغسلھا للمرضیٰ نستشفی بھا۔

"یعنی یہ جُبّہ حضرت عائشہ صدیقہ کے پاس تھا۔ اُن کی وفات کے بعد میں نے اُن سے لیا۔ اس جُبّہ شریف کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پہنتے تھے اور اب ہم یہ کرتے ہیں کہ مدینہ میں جو بیمار ہو جاتا ہے اسے دھوکر پلاتے ہیں۔ اس سے شفاء ہو جاتی ہے۔

امام محی الدین نووی شارح مسلم فرماتے ہیں: ھٰذا الحدیث دلیل استحباب التبرک باثار الصالحین وثیابھم۔

(ترجمہ) حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ صالحین کی نشانیوں اور ملبوسات سے برکت حاصل کرنا مستحب ہے۔

معلوم ہوا کہ صحابہ کرام سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بدن سے مَس کیے ہوئے جُبّہ کو بھی بیماریوں سے شفاء کا وسیلہ سمجھتے تھے۔

★ مسلم شریف میں ہے کہ اذا صلّی الغداۃ جاء خدم المدینۃ بآنیتھم فیھا الماء فما یاتون باناءٍ غمس یدہ فیھا۔

جب حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نمازِ فجر پڑھتے تھے تو مدینہ منورہ کے بچے برتنوں میں پانی لے آتے تھے تاکہ آپ اُس میں ہاتھ ڈبو دیں۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی اشعۃ اللمعات جلد چہارم صـ۵۲۱ پر اسی حدیث کے ماتحت فرماتے ہیں۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنا دستِ مبارک اِن برتنوں میں اس لیے ڈال دیتے تھے تاکہ پانی برکت والا ہو جائے اور وہ پانی ان کے لیے باعثِ شفاء و برکت ہو"

معلوم ہوا کہ مدینہ طیبہ والے سرکار کے دستِ مبارک کی برکت کو بیماریوں کی شفاء کا وسیلہ سمجھتے تھے۔ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی اس کو شرک یا ناجائز نہ سمجھتے تھے۔ بلکہ اپنا ہاتھ شریف برتن میں ڈال دیتے تھے۔

★ ترمذی شریف میں ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت کبشہ کے گھر اُن کے مشکیزہ سے دہن مبارک لگا کر پانی پیا تو قُمْتُ اِلَیْهَا فَقَطَعْتُهَا میں اُٹھی اور میں نے اس مشکیزہ کا منہ کاٹ لیا۔

اس کی شرح میں مرقاۃ میں ملا علی قاری فرماتے ہیں۔ اَیْ فَمَ الْقِرْبَۃِ مَاحَفِظْتُهٗ فی بیتی وَاتخذته شفاءً یعنی مشکیزہ کا منہ کاٹ کر گھر میں محفوظ رکھا تاکہ اس سے شفاء حاصل کی جائے۔ معلوم ہوا کہ صحابیہ حضور کے منہ مبارک سے مس ہو جانے کی وجہ سے مشکیزہ کے منہ کو بابرکت اور شفاء کا وسیلہ سمجھتیں تھیں۔

★ بخاری شریف اور مشکوٰۃ شریف میں یہ حدیث موجود ہے۔

حضرت عثمان بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ مجھے گھر والوں نے ام سلمہؓ کے پاس پانی کا پیالہ دے کر بھیجا۔ یہ عادت تھی جب کسی آدمی کو نظر لگ جاتی یا کوئی اور تکلیف ہوتی تو اُن کے پاس بھیجتے تھے۔ حضرت ام سلمہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بال نکالتیں۔ اُنہوں نے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بال مبارک چاندی کی نلی میں رکھا ہوا تھا۔ اس بال کو پانی میں ڈال کر ہلا دیتیں۔ پس مریض اس پانی کو پی لیتے۔

اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام سرکارِ دوعالم کے بال مبارک کو بھی بیماریوں سے شفاء کا وسیلہ سمجھتے تھے۔

★ بخاری شریف جلد اوّل صـ۲۷۹۔ البدایہ والنہایہ جلد چہارم صـ۱۷۵، زادالمعاد ابن قیم:

عروہ بن مسعود ثقفی جو ابھی تک ایمان کی سعادت سے مشرف نہیں ہوئے تھے۔ قریش سے اجازت لے کر سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس میں جو حالات اُنہوں نے مشاہدہ کیے وہ اُنہوں نے واپس جا کر قریش کو یوں بیان کیے: ای قوم واللہ لقد وفدت علی الملوک ووفدت علی قیصر وکسریٰ والنجاشی واللہ ان رأیت ملکاً قط یعظمہ اصحابہ مایعظمہ اصحاب محمد واللہ ان تنخم نخامۃ الا وقعت فی کف الرجل منھم فدلک بھا وجھہ وجلدہ واذا امرھم ابتدروا امرہ وتوضا کادوا یقتلون علی وضوئہ واذا تکلم خفضوا اصواتھم عندہ وما یحدون الیہ النظر تعظیماً لہ وانہ قد عرض علیکم خطۃ رشد فاقبلوھا۔

(ترجمہ) اے قوم اللہ کی قسم میں بادشاہوں کے دربار میں گیا قیصر و کسریٰ اور نجاشی کے دربار میں گیا۔ مگر اللہ کی قسم میں نے کسی بادشاہ کو ایسا نہیں دیکھا کہ اُس کے اصحاب اُس کی اتنی تعظیم کرتے ہوں جتنی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحابؓ آپؐ کی کرتے ہیں۔ اللہ کی قسم جب وہ تھوکتے ہیں تو اُن کے اصحاب میں سے کسی نہ کسی کے ہاتھ پر ہوتا ہے۔ جس کو وہ اپنے چہروں اور بدن پر مل لیتے ہیں۔ اور جب وہ کسی بات کرنے [illegible] کا حکم دیتے ہیں تو اُن کے اصحاب بہت جلد اس حکم کی تعمیل کرتے ہیں۔ جب وضو کرتے ہیں تو اُن کے وضو کے پانی کو حاصل کرنے کے لیے جھگڑا کرنے لگتے ہیں۔ جب وہ کلام کرتے ہیں تو اپنی آوازیں پست کرتے ہیں۔ نیز بغرضِ تعظیم ان کی طرف دیکھتے تک نہیں بے شک

انہوں نے تمہارے سامنے ایک اچھا امر پیش کیا لہٰذا تم اس کو مان لو۔

قارئین! صحاح ستہ کی مستند کتاب بخاری شریف کی حدیث پاک سے بھی یہ واضح ہو گیا کہ صحابہ کرام سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لعاب دہن اور وضو کے پانی کو بھی بیماریوں اور تکالیف سے شفاء کا وسیلہ سمجھتے تھے۔ قارئین جو لوگ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تعلق رکھنے والی اشیاء کو وسیلہ سمجھتے تھے کیا وہ خود ذات سرورِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وسیلہ نہ سمجھتے ہوں گے۔

★ عمدہ القاری جلد سوم ص۳۷، بخاری شریف میں حدیث پاک موجود ہے:

انَّ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ جعل فی قلنسوتہ من شعر رسول اللہ علیہ السلام فکان یدخل بھا فی الحرب ویستنصر ببرکتہ۔

تحقیق لشکرِ اسلام کے جرنیل حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی ٹوپی میں حضور علیہ السّلام کے بال مبارک رکھے ہوئے تھے۔ آپ اسی ٹوپی کے ساتھ جنگ میں جاتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بال مبارک کی برکت سے فتح پاتے۔

اس حدیث پاک سے ثابت ہوا کہ حضرت خالد بن ولیدؓ جیسے صحابی بھی لشکر و سپاہ یا ساز و سامان کو اپنی کامیابی کا وسیلہ نہیں سمجھتے تھے بلکہ کامیابی کا وسیلہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بال مبارک کو سمجھتے تھے۔

★ بخاری شریف، مسلم شریف، مشکوٰۃ شریف ص۲۳۲ میں حدیث پاک موجود ہے:

"نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منیٰ میں تشریف لائے۔ پھر آئے جمرہ کے پاس پھر ماری کنکریاں اس کو۔ پھر آئے اپنے منیٰ کے خیمہ میں، اور قربانی کا جانور ذبح کیا۔ پھر حجام کو بلایا۔ حجام نے آپ کے بال مبارک مونڈ دیئے۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پھر ابوطلحہ انصاری کو بلایا۔ اُن کو وہ بال عطا فرما کر فرمایا اقسمہُ بین الناس۔ انہیں لوگوں میں بانٹ دو۔" معلوم ہوا کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود بھی اپنے

مبارک بالوں کو اپنے صحابہ کے لیے وسیلۂ شفا اور وسیلۂ کامیابی و کامرانی سمجھتے تھے اب جو لوگ اللہ کے مقرب بندگان کے تبرکات کو وسیلۂ برکت سمجھنے والوں پر شرک و کفر کا فتویٰ لگاتے ہیں۔ اُنہیں چاہیئے کہ اب وہ اپنی ابلیسی توحید پر عمل کرتے ہوئے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بھی فتویٰ لگا کر اپنے ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھیں۔

★ بخاری شریف جلد اوّل ص۲۸۱ پر حدیث شریف موجود ہے۔

حضرت سہیل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک عورت حضور علیہ السّلام کی خدمت میں چادر لے کر آئی۔ اس نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نے اس کو اپنے ہاتھ سے آپ کے لیے بنایا ہے۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس چادر کو قبول فرمایا۔ آپ پھر ہمارے پاس تشریف لائے تو وہ چادر آپ کے تہہ بند تھی۔ جماعت میں سے ایک صحابی عبدالرحمٰن بن عوف نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ چادر ہم کو عنایت کریں۔ تو آپ نے فرمایا اچھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس مجلس میں تھوڑی دیر بیٹھے۔ پھر اندر تشریف لے گئے۔ اس چادر کو لپیٹ کر اُس صحابی کے پاس بھیج دیا۔ لوگوں نے اُس سے کہا کہ تو نے اچھا نہیں کیا کہ تو نے چادر مانگ لی حالانکہ تو جانتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی سائل کو رد نہیں فرماتے۔ اس صحابی نے جواب دیا۔ واللہ ماسألتہ اِلّا لتکون کفنی یوم اَموت۔ "خدا کی قسم میں نے اس چادر کو صرف اس لیے مانگا ہے کہ جس دن میں مر جاؤں تو یہ میرا کفن ہو۔" حضرت سہیل فرماتے ہیں کہ وہی چادر اُن کا کفن بنی۔

قارئین کرام! اس حدیث پاک سے ثابت ہوا کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف جیسے جلیل القدر صحابی بھی سرورِ کونین کے وجود سے مَس ہونے والی چادر کو بھی عذابِ نار سے نجات کا وسیلہ سمجھتے تھے۔

★ بخاری شریف جلد دوئم ص۱۸۷ پر حدیث شریف موجود ہے۔

اتیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم هو فی قبة حمراء من اُدم ورأیت بلال اخذ وضوء النبی صلی اللہ علیہ وسلم والناس یمشون۔ اخذ الوضوء فمن اصاب منه شیئا مسح به ومن لم یصب منه شیئا اخذ بلل ید صاحبه۔

(ترجمہ) میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اُس وقت آپ سرخ چمڑے کے قبہ میں تھے اور میں نے بلال کو دیکھا کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وضو کا پانی لیا اور دوسرے لوگ بھی اس پانی کو لینے کے لیے دوڑ رہے تھے جس کو اس پانی سے کچھ مل جاتا تو اس کو اپنے منہ پر مل لیتا اور جس کو نہ ملتا تو وہ اپنے ساتھی کے ہاتھ کی تری لے کر مل لیتا۔

★ حضرت امام قاضی عیاض شفاء شریف جلد دوم ص۴۴ میں نقل فرماتے ہیں۔ کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منبر شریف کے اُس مقام پر جہاں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما ہوتے تھے۔ وہاں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنا ہاتھ رکھتے پھر اس کو اپنے چہرے پر ملتے تھے۔

اور اسی روایت کے ماتحت علامہ امام شہاب الدین خفاجی شفا کی شرح نسیم الریاض جلد سوم ص۴۳۴ پر لکھتے ہیں:

هذا یدل علی جواز التبرك بالانبیاء والصالحین وآثارهم وما یتعلق بهم

(ترجمہ) یہ دلیل ہے اس بات پر کہ جائز ہے برکت حاصل کرنا انبیاء وصالحین سے اور اُن کے برکات سے اور ہر اس چیز سے جس کا تعلق اُن کے ساتھ ہو۔

★ البدایہ والنہایہ جلد نمبر ۹ ص۹۱ پر موجود ہے کہ حضرت ثابت تابعی رضی اللہ عنہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی خدمت میں عرض کیا، هَل مَسَستَ یَدَكَ کف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (کیا تم نے اپنا ہاتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہتھیلی سے مس کیا تھا) حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہاں۔ ثابت رضی اللہ عنہ نے عرض کیا اپنا

ہاتھ مجھے دو تاکہ میں اُس کو چوموں۔

★ مدارج النبوت جلد دوم ص۱۴۹ پر شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں۔ کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کچھ تبرکات حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے پاس تھے اور وہ انہیں گھر میں خوب حفاظت سے رکھتے تھے اور ہر روز ایک مرتبہ جاتے اور اُن کی زیارت کرتے تھے۔ اگر کبھی کوئی ذی عزت شخص اُن کے پاس جاتا تو وہ اُس کو مکان میں لے جاتے اور ان تبرکات کی زیارت کراتے تھے۔ اور فرماتے تھے کہ خدا تعالیٰ اِن تبرکات کی برکت سے تمہیں بھی برکت عطا فرمائے۔

اہلِ سیر کہتے ہیں کہ اِس مکان میں چارپائی، ایک چمڑے کا گدا، کھجور کے درخت کی چھال اس میں بھری ہوئی تھی۔ ایک جوڑا موزے کا۔ لحاف، چکی اور ایک ترکش تھا جس میں کچھ تیر تھے۔ اِس لحاف میں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سرِ انور کی تراوٹ کا اثر موجود تھا۔ ایک آدمی سخت بیمار تھا۔ اُسے شفاء نہ ہوتی تھی۔ اس نے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ سے عرض کیا تو اُنہوں نے اس لحاف کو تھوڑا سا دھو دیا۔ اور اُس کا پانی اس کی ناک میں ڈال دیا۔ وہ بیمار تندرست ہوگیا۔

قارئین کرام! مندرجہ بالا احادیث طیبہ سے یہ بات اظہر من الشمس ہوگئی کہ صحابہ کرام۔ تابعی۔ تبع تابعی اور دوسرے سلف صالحین سرکارِ دوجہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تبرکات کو بیماریوں سے شفاء، دُکھوں سے نجات اور عذابِ نار سے نجات کا وسیلہ سمجھتے تھے۔

تبرکات اور علماءِ دیوبند

مولوی حسین احمد مدنی صدر مدرس دارالعلوم دیوبند شہاب الثاقب ص۵۲ پر لکھتے ہیں کہ "میں مولوی رشید احمد گنگوہی کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو اُنہوں نے دریافت

فرمایا کہ حجرہ شریف (علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) کی خاک بھی لائے ہو یا نہیں۔ چونکہ وہ احقر کے پاس موجود تھی اس لیے باادب پیش کی۔ نہایت وقعت وعظمت سے قبول فرما کر سرمہ میں ڈلوایا اور روزانہ بعد عشاء خوابِ استراحت فرماتے وقت اِس سُرمہ کو آخر وقت تک استعمال فرماتے رہے۔ اِس قصہ سے عام خدّام واقف ہیں۔

مولوی حسین احمد مدنی شہاب الثاقب صـ ۵۲ پہ لکھتے ہیں۔

"مولانا رشید احمد گنگوہی کے پاس حجرہ مطاہرہ نبویہ کے غلاف کا ایک سبز ٹکڑا بھی تھا۔ اور بروز جمعہ کبھی کبھی حاضرین وخدّام کو جب اِن تبرکات کی زیارت خود کرایا کرتے تو صندوقچہ خود اپنے دست سے کھولتے اور غلاف کو نکال کر اوّل اپنی آنکھوں سے لگاتے اور منہ سے چُومتے تھے۔ پھر اوروں کی آنکھوں سے لگاتے اور اُن کے سروں پر رکھتے۔ اِس امر کو ہزاروں نے ملاحظہ کیا۔"

مولوی اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں کہ "ایک مرتبہ حاجی صاحب (امداد اللہ مہاجر مکی) کے یہاں بہت سے مہمان آگئے۔ کھانا کم تھا۔ حضرت نے اپنا رومال بھیج دیا کہ اس کو ڈھانک دو۔ کھانے میں ایسی برکت ہوئی کہ سب نے کھا لیا اور کھانا بچ گیا۔

(امداد المشتاق صـ ۱۸۲)

مولوی اشرف علی تھانوی سے ایک مولوی صاحب نے پُوچھا کہ جس جگہ بزرگ رہتے ہوں وہاں خاص برکت اور نور ہوتا ہے؟ فرمایا میں نے خود حضرت حاجی امداد اللہ صاحب کا مقولہ سُنا ہے۔ فرمایا کرتے تھے کہ جائے بزرگان بجائے بزرگان واقعی برکت ضرور ہوتی ہے۔ فرمایا کہ حضرت مولانا شیخ محمد صاحب فرمایا کرتے تھے کہ حضرت حاجی صاحب جب حج کو تشریف لے گئے ان کی جگہ بیٹھ کر ذکر کرتا ہوں تو زیادہ انوار وبرکات محسوس ہوتے ہیں۔ اور جگہ میں یہ بات نصیب نہیں ہوتی۔ فرمایا یہ تو مشاہدہ ہے۔"

(الافاضات الیومیہ۔ ملفوظات مولوی اشرف علی تھانوی صـ ۱۲۸ جلد اوّل)

توسّل چہارم (شفاعت)

شفاعت یعنی قیامت میں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے توسّل پکڑنا۔ قیامت میں توسّل دس طرح سے پکڑا جائے گا۔ یعنی قیامت میں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دس طرح کی شفاعت فرمائیں گے۔

اوّل۔ شفاعتِ کبریٰ

وہ شفاعت جو تمام اہلِ موقف کے لیے ہوگی۔ تمام دنیا پسینہ پسینہ ہو کر مر رہی ہوگی۔ اللہ تعالیٰ کے سامنے عرض کرنے کی کوئی مجال نہ رکھتا ہوگا۔ لوگ تمام پیغمبروں سے نا امید ہو کر حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے پاس حاضر ہوں گے۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم دربارِ ایزدی میں عرض کریں گے۔ تب حساب شروع ہوگا۔

شفاعت دوم: بعض لوگوں کو حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم بغیر حساب کے شفاعت فرما کر جنّت میں لے جائیں گے۔

شفاعت سوم: بعض لوگ دوزخ کے اندر عذابِ الٰہی میں مبتلا ہوں گے۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شفاعت فرما کر ان کو باہر نکال کر جنّت میں لے جائیں گے۔

شفاعت چہارم: استفتاحِ جنّت۔ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شفاعت فرمائیں گے تب جنّت کا دروازہ کُھلے گا۔

شفاعت پنجم: برائے اہلِ مدینہ۔ یعنی مدینہ شریف والے لوگوں کے لیے خصوصاً شفاعت فرمائیں گے

شفاعت ششم: برائے رفعِ درجات۔ یعنی بعض لوگوں کو ادنیٰ درجے کا بہشت ملے گا لیکن سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم شفاعت فرما کر اعلیٰ قسم کا جنّت عطا فرمائیں گے۔

شفاعت ہفتم: تخفیفِ عذاب۔ یعنی بعض لوگ شدید عذاب میں مبتلا ہوں گے۔ حضورِ اکرم

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شفاعت فرما کر عذاب میں تخفیف فرمائیں گے۔

شفاعتِ ہشتم : زائرین روضۂ نبوی کے لیے سرکارِ دوعالم شفاعت فرمائیں گے۔

شفاعتِ نہم : بعض لوگوں کی نیکیاں اور برائیاں برابر ہوں گی۔ وہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت سے جنّت میں جائیں گے۔

شفاعتِ دہم : بعض لوگ دوزخ کے مستحق ہوں گے۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شفاعت فرما کر جنت میں لے جائیں گے۔

شفاعت کی ہر ایک قسم پر اختصار کے پیشِ نظر صرف ایک ایک حدیث پاک پیش کی جائے گی۔

شفاعتِ اوّل یعنی شفاعتِ کبریٰ جو تعجیلِ حساب کے لیے ہوگی (بخاری شریف و مسلم شریف) عن انس انّ النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال یحبس المومنون یوم القیمۃ حتی یھموا بذلك فیقولون لو استشفعنا فیریحنا من مکاننا فیاتون اٰدم فیقولون انت اٰدم ابو الناس خلقك اللہ بیدہ واسکنك جنۃ واسجد لك ملئکۃ وعلمك اسماء کل شیئ اشفع لنا عند ربك حتّٰی یریحنا من مکاننا ھذا فیقول لست ھناکم ویذکر خطیئۃ التی اصاب اکلہ من الشجرۃ وقد نھا عنھا۔۔۔۔۔۔۔ ثم تلا ھذہ الاٰیۃ عسیٰ ان یبعثك ربك مقاما محمودًا قال وھٰذا المقام المحمود الذی وعدہٗ نبیکم متفق علیہ۔

(ترجمہ) حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن مسلمانوں کو روک دیا جائے گا۔ یعنی ایک مقام پر بند کر دیا جائے گا یہاں تک کہ فکر و تردّد میں پڑ جائیں گے۔ اور آپس میں کہیں گے کاش ہم کسی کو سفارش کے لیے تیار کرتے تاکہ وہ ہمارے پروردگار سے ہماری سفارش کرتا اور ہم کو اس تکلیف سے نجات دلاتا چنانچہ وہ اس خیال سے حضرت آدم علیہ السّلام کے پاس جائیں گے اور کہیں گے تم سارے

لوگوں کے باپ آدم ہو خدا نے تم کو اپنے ہاتھ سے بنایا ہے۔ اپنی جنّت میں تم کو رکھا ہے اپنے فرشتوں سے تم کو سجدہ کروایا ہے اور ہر چیز کے نام تم کو سکھلائے ہیں۔ تم اپنے پروردگار سے ہماری سفارش کرو تو وہ اس جگہ سے ہمیں نکال کر راحت و اطمینان بخشے۔ آدم علیہ السّلام کہیں گے جیسا تم خیال کرتے ہو میں اس درجہ کا نہیں ہوں یعنی میں شفاعت کا درجہ نہیں رکھتا۔ پھر آدم علیہ السّلام اپنی تقصیر کا ذکر کریں گے۔ جس میں انہوں نے گیہوں کا دانہ کھا لیا تھا۔ جس سے ان کو منع کیا گیا تھا اور اس کے بعد کہیں گے تم نوح علیہ السّلام کے پاس جاؤ۔ چنانچہ وہ نوح علیہ السّلام کے پاس جائیں گے اور شفاعت کی خواہش ظاہر کریں گے نوح علیہ السّلام کہیں گے میں شفاعت کا اہل نہیں ہوں اور اپنی اس تقصیر کا ذکر کریں گے جو انہوں نے کیا تھا یعنی خدا سے نادانستہ اپنے بیٹے کو غرق ہونے سے بچا لینے کی درخواست کرنا۔ اور پھر کہیں گے ابراہیم خلیل اللہ کے پاس جاؤ۔ تو چنانچہ وہ ابراہیم علیہ السّلام کے پاس آئیں گے۔ اور شفاعت کی درخواست کریں گے۔ وہ کہیں گے مجھ میں شفاعت کی قدرت نہیں ہے اور دنیا میں اپنے تین کذبات (ظاہری طور پر) کا ذکر کریں گے۔ اور پھر کہیں گے تم موسیٰ علیہ السّلام کے پاس جاؤ۔ جو خدا کے ایسے بندے ہیں جن کو خدا نے تورات عطا فرمائی ہے۔ اور جن سے خدا نے کلام کیا ہے اور اپنے اس امر کا محرمِ راز بنایا ہے۔ چنانچہ وہ موسیٰ علیہ السّلام کے پاس جائیں گے اور شفاعت کی درخواست کریں گے۔ وہ کہیں گے مجھ میں شفاعت کی قدرت نہیں ہے۔ اور اپنے اس تقصیر کا ذکر کریں گے جس کا ارتکاب انہوں نے قبطی کو مار کر کیا تھا اور پھر کہیں گے تم عیسیٰ علیہ السّلام کے پاس جاؤ جو خدا کے بندے اور رسول ہیں۔ خدا کی روح ہیں۔ اور خدا کا کلمہ چنانچہ عیسیٰ علیہ السّلام کے پاس جائیں گے اور شفاعت کی خواہش ظاہر کریں گے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کہیں گے کہ میں اس کا اہل نہیں ہوں۔ تم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جاؤ جو خدا کے ایسے بندے ہیں جن کے اگلے اور پچھلے سارے لغزشیں بخش دی گئی ہیں۔ رسولِ خدا

نے فرمایا۔ پھر لوگ میرے پاس آئیں گے اور میں خداوند بزرگ کے حضور میں حاضر ہونے کی اجازت طلب کروں گا۔ خداوند تعالیٰ مجھ کو اجازت مرحمت فرمائے گا میں اندر داخل ہو کر جب خدا بزرگ کو دیکھوں گا تو سجدہ میں گر پڑوں گا۔ اور خداوند تعالیٰ جتنی دیر مناسب سمجھے گا مجھ کو سجدہ میں پڑا رہنے دے گا پھر فرمائے گا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سر اُٹھا جو کچھ کہنا چاہتا ہے کہہ میں سنوں گا۔ مانگ جو کچھ مانگنا ہے میں تجھ کو دوں گا رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں یہ سُن کر سر کو اُٹھاؤں گا اور اپنے پروردگار کی تعریف اُن الفاظ میں کروں گا جو خداوند تعالیٰ مجھ کو سکھائے گا۔ پھر میں شفاعت کروں گا اور میرے لیے ایک شفاعت کی حد مقرر کی جائے گی۔ یعنی فلاں فلاں گناہ کے مرتکب اشخاص کے لیے سفارش قبول کی جائے گی۔ پھر درگاہِ رب العزّت سے باہر آ کر میں ان لوگوں کو (یعنی جن کے حق میں سفارش قبول کی گئی ہو) دوزخ سے نکال کر جنّت میں داخل کر دوں گا اور پھر دوبارہ حضور رب العزت میں حاضری کی اجازت طلب کروں گا۔ مجھ کو اجازت دی جائے گی۔ اور میں پروردگارِ بزرگ و برتر کو دیکھ کر سجدہ میں گر پڑوں گا جب تک خُدا چاہے گا سجدہ میں پڑا رہوں گا۔ پھر خداوند تعالیٰ فرمائے گا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اپنا سر اُٹھا اور جو کچھ کہنا چاہتا ہے کہہ میں سنوں گا شفاعت قبول کروں گا مانگ میں دوں گا۔ چنانچہ میں اپنا سر اٹھاؤں گا اور خدا کی حمد و ثنا اُن الفاظ میں کروں گا جو کہ خدا نے مجھ کو سکھائے ہوں گے پھر میں شفاعت کروں گا اور پھر میرے لیے شفاعت کی ایک حد مقرر کی جائے گی۔ پھر میں باہر آ کر لوگوں کو دوزخ سے نکال لوں گا اور جنّت میں داخل کروں گا۔ پھر میں تیسری مرتبہ بارگاہِ رب العزّت میں حاضری چاہوں گا اور خُدائے بزرگ و برتر مجھ کو اجازت دے گا میں خُدا تعالیٰ کو دیکھوں گا سجدہ میں گر پڑوں گا اور جب تک خدا کو منظور ہو گا سجدہ میں پڑا رہوں گا۔ پھر خداوند تعالیٰ فرمائے گا محمد صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم سر اٹھا۔ جو کچھ کہنا چاہتا ہے کہہ مَیں سنوں گا۔ اور حمد و ثنا اُن الفاظ میں

بیان کروں گا جو خداوند تعالیٰ مجھ کو سکھائے گا۔ پھر میں شفاعت کروں گا اور میرے لیے شفاعت کی ایک حد مقرر کی جائے گی۔ پھر میں باہر آ کر لوگوں کو دوزخ سے نکالوں گا اور جنّت میں داخل کروں گا۔ یہاں تک کہ دوزخ میں صرف وہی لوگ رہ جائیں گے جن کو قرآن حکیم کے حکم سے ہمیشہ ہمیشہ دوزخ میں رہنا ہو گا پھر حضور علیہ السّلام نے پڑھا۔

عَسٰی ان یبعثك ربُّك مقامًا محمودًا ۝

قریب ہے کہ تیرا پروردگار تجھ کو مقام محمود میں کھڑا کر دے گا اور فرمایا یہ وہی مقام محمود ہے جس کا وعدہ خدا نے تمہارے نبی سے کیا تھا۔

شفاعت دوم

یعنی بعض لوگوں کو بغیر حساب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شفاعت فرما کر جنّت میں لے جائیں گے۔ عن ابی امامۃ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول وعدنی ربی ان یدخل الجنۃ من امّتی سبعین الفًا لا حساب علیھم ولا عذاب مع کلّ الف سبعون الفًا وثلث حثیات من حثیات ربّی (ترمذی شریف)

(ترجمہ) حضرت ابی امامہ کہتے ہیں کہ میں نے رسولِ اکرم کو یہ فرماتے سُنا کہ میرے پروردگار نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ میری اُمّت میں سے ستّر ہزار آدمیوں کو بے حساب جنّت میں داخل کرے گا اور اُن پر عذاب نہ ہو گا اور ہر ہزار کے ساتھ ستّر ہزار ہو گا۔ اور ہر ہزار پر تین چلّو میرے پروردگار میں سے اور زیادہ ہو گا یعنی ہر ہزار کے خداوند تعالیٰ بندوں کی تین چلو اور بھر کر جنّت میں ڈالیں گے۔

شفاعت سوم

یعنی بعض لوگ دوزخ کے عذاب میں مبتلا ہوں گے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم شفاعت فرما کر باہر نکالیں گے۔

عن عمران بن حصین قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یخرج اقوام عن النّار بشفاعۃ محمد ویدخلون الجنۃ ومن النار بشفاعتی یسمون الجھنمیین (مشکوٰۃ شریف)

(ترجمہ) حضرت عمران بن حصین فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ایک جماعت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت سے دوزخ سے نکالی جائے گی۔ اس کے بعد جنت میں داخل ہوگی ان کا نام جہنمی رکھا جائے گا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ میری امت میں سے ایک جماعت میری سفارش سے جہنم سے نکالی جائے گی جس کا نام جہنمی رکھا جائے گا۔

شفاعت چہارم | یعنی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت سے جنت کا دروازہ کھلے گا: قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اٰتی باب الجنۃ یوم القیٰمۃ فاستفتح فیقول الخازن من انت فاقول محمد فیقول بک امرت ان لا افتح لاحدٍ قبلک (مسلم شریف)

(ترجمہ) حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ قیامت کے دن میں جنت کے دروازے پر آؤں گا اور اس کو کھلواؤں گا۔ خازن جنت پوچھے گا تم کون ہو میں کہوں گا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ خازن کہے گا کہ مجھ کو حکم دیا گیا ہے کہ آپ کے سوا کسی کے لیے پہلے دروازہ نہ کھولوں۔

شفاعت پنجم | یعنی مدینہ منورہ والے لوگوں کے لیے خصوصاً حضور صلی اللہ علیہ وسلم شفاعت فرمائیں گے:

عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لا یصبر علی لاواء المدینۃ وشدتہا احد من امتی الا کنت لہ شفیعًا یوم القیٰمۃ (مسلم شریف)

(ترجمہ) روایت ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرا کوئی امتی مدینہ کی سختیوں اور تکلیف پر صبر نہ کرے گا مگر میں قیامت کے دن اس کا شفیع ہوں گا۔

شفاعت ششم | یعنی اولیاء اور صلحاء کے لیے شفاعت فرما کر ان کو اعلیٰ قسم کی

جنت عطا فرمائیں گے: وعن انس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال شفاعتی لاھل الکبائر من امتی (ترمذی شریف)

اس کے ماتحت استاد المحدثین شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

"اما برائے رفع درجات ومزید کرامات ثابت است برائے اولیاء واتقیاء وصلحاء"

یعنی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اولیاء اور صلحاء کے لیے سفارش فرما کر ان کے درجات بلند فرمائیں گے۔ اور ان کو جنت بھی اعلیٰ قسم کی ملے گی۔

شفاعت ہفتم | یعنی بعض لوگ شدید عذاب میں مبتلا ہوں گے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت سے عذاب کی تخفیف ہو جائے گی:

عن عبداللہ بن الحارث قال سمعت العباس یقول قلت یا رسول اللہ ان ابا طالب کان یحوطک وینصرک ویغضب لک فہل نفعہ ذٰلک قال نعم وجدتہ فی غمرات من النار فاخرجتہ الی ضحضاح (مشکوٰۃ شریف)

(ترجمہ) عبداللہ بن حارث بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے سنا وہ فرماتے تھے کہ میں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابوطالب آپ کا بچاؤ کرتے تھے اور آپ کی مدد کرتے تھے اور آپ کے لیے لوگوں پر غصہ کرتے تھے تو کیا ان کو ان باتوں سے کچھ نفع ہوا۔ آپ نے فرمایا ہاں۔ میں نے انہیں آگ کی شدت اور سختی میں پایا۔ تو میں انہیں ہلکی آگ میں لے آیا۔

شفاعت ہشتم | یعنی جن لوگوں کو روضۂ اقدس کی زیارت نصیب ہوئی ان کے لیے شفاعت فرمائیں گے:

من زار قبری وجبت لہ شفاعتی (رواہ ابن خزیمۃ، مشکوٰۃ شریف)

یعنی جس شخص نے میری قبر پاک کی زیارت کی اس کے لیے مجھے شفاعت کرنا واجب ہے۔

شفاعت نہم یعنی بعض لوگوں کی نیکیاں اور بُرائیاں برابر ہوں گی۔ آپ کی شفاعت سے جنّت میں جائیں گے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ پہلے جنّت میں بے حساب لوگوں کو داخل کریں گے۔ اور سات سو خدا کی رحمت سے داخل ہوں گے اور ظالم نفس اور اصحاب اعراف حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی شفاعت سے داخل ہوں گے اور اصحاب اعراف کے بارے میں راجح قول یہ ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں جن کی نیکیاں اور بدیاں برابر ہوں گی۔

شفاعت دہم بعض لوگ دوزخ کے مستحق ہوں گے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم شفاعت فرما کر جنّت میں لے جائیں گے۔

مدارج النبوّت میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ جو شخص کسی بھائی کی حاجت وضرورت پوری کرے میں روزِ قیامت اس کے میزان پر کھڑا ہوں گا۔ اگر نیکیاں غالب ہوئیں تو فبہا ورنہ اس کی شفاعت کروں گا۔ (مدارج النبوت)

چھوٹے بچے کا شفاعت کرنا

عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من کان لہ فرطان من امتی ادخلہ اللہ بھما الجنۃ فقالت عائشۃ فمن کان لہ فرط من امتک قال ومن کان لہٗ فرط یا موفقۃ فقالت فمن لم یکن لہ فرط من امتک قال فانا فرط امتی لم یصابوا بمثلی رواہ الترمذی

(ترجمہ) روایت ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میری اُمّت میں سے جس کے دو بچے فرط ہوں گے اللہ تعالیٰ اُسے اُن کی برکت سے جنّت میں داخل کرے گا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ جس

اُمّتی کا ایک ہی فرط ہو تو فرمایا اسے توفیق خیر والی بھی جس کا ایک فرط ہو وہ بولیں جس اُمّتی کا کوئی فرط نہ ہو تو آپ نے فرمایا اس اُمّتی کا میں ہی فرط ہوں ان کو میرے جیسی مصیبت نہ پہنچے گی۔ ثابت ہوا کہ معصوم بچے بھی جنّت میں لے جانے کا وسیلہ بنیں گے ذرا خیال فرمائیں۔ نمازِ جنازہ وسیلہ پر ہی تو مشتمل ہے۔

اللّٰھم اجعلہ لنا فرطا واجعلہ لنا اجرًا وذخرا واجعلہ لنا شافعًا مشفعًا ٥

اے اللہ اس بچہ کو قیامت میں ہمارا پیش رو بنا تاکہ ہمیں جنّت میں لے جائے اور ہمارے لیے ثواب کا وسیلہ اور نیکی کا ذخیرہ بنا۔ اور اسے ہمارا سفارشی بنا۔

عن علیّ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان السقط لیراغم ربہ اذا ادخل ابویہ النار فیقال ایھا السقط المراغم ربہ ادخل ابویک الجنۃ فیجرھما بسررہ فیدخلھما الجنۃ رواہ ابن ماجہ۔

(ترجمہ) روایت ہے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کچا بچہ اپنے رب سے جھگڑا کرے گا جب اُس کے ماں باپ کو آگ میں داخل کرے گا فرمایا جائے گا اے رب سے جھگڑا کرنے والے کچے بچے اپنے ماں باپ کو جنّت میں لے جا وہ اپنے ناڑو سے کھینچے گا حتیٰ کہ انہیں جنّت میں داخل کرے گا۔

قرآن پاک کا شفاعت کرنا

قیامت میں قرآن پاک بھی وسیلہ ہوگا۔

عن ابی امامۃ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول اقرءوا القران فانہ یاتی یوم القیمۃ شفیعًا ٥

(ترجمہ) روایت ہے حضرت ابو امامہ سے فرماتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے سُنا قرآن پڑھا کرو وہ قیامت کے دن پڑھنے والوں کے لیے سفارشی آئے گا۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شفاعت فرمانے کے متعلق احادیث

جامع ترمذی شریف و دارمی شریف، اشعۃ اللمعات:
حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

انا اوّل خروجا اذا بعثوا وانا قائدھم اذا وفدوا وانا خطیبھم اذا انصتوا وانا مستشفعھم اذا حبسوا وانا مبشرھم اذا ایسوا الکرامۃ والمفاتیح یومئذٍ بیدی ولواء الحمد یومئذٍ بیدی وانا اکرم ولد اٰدم علی ربی یطوف علیّ الف خادم کانھم بیض مکنون اولؤلؤ منثور

(ترجمہ) یعنی میں سب سے پہلے اُٹھوں گا جب لوگ قبروں سے اُٹھیں گے اور میں سب کا پیشوا ہوں گا۔ جب اللہ تعالیٰ کے حضور چلیں گے اور میں ان کا خطیب ہوں گا۔ جب وہ دَم بخود ہوں گے اور میں اُن کا شفیع ہوں گا۔ جب وہ عرصہ محشر میں روکے جاویں گے اور میں اُنہیں بشارت دوں گا۔ جب وہ ناامید ہو جائیں گے عزت اور خزائن رحمت کی کنجیاں اس دن میرے ہاتھ ہوں گی۔ اور لواء الحمد اُس دن میرے ہاتھ میں ہوگا۔ میں تمام آدمیوں سے زیادہ اپنے رب کے نزدیک اعزاز رکھتا ہوں گا۔ میرے گرد و پیش ہزار خادم دوڑتے ہوں گے۔ گویا وہ انڈے ہیں حفاظت سے رکھے ہوئے یا موتی ہیں بکھرے ہوئے۔

★ جامع ترمذی تفسیر سورۃ بنی اسرائیل مترجم مولوی بدیع الزمان بھوپالی جلد دوم صہ ۲۵۴ سطر ۱۴۔

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی قولہ عسیٰ ان یبعثک ربک مقاما محمودا سئل عنھا قال ھی الشفاعۃ

(ترجمہ) روایت ہے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اس آیت کی تفسیر میں اور کسی نے آپ سے پوچھا کہ عسیٰ ان یبعثک ربک

مقاماً محموداً یعنی قریب ہے کہ اُٹھا دے گا تجھے اللہ تعالیٰ مقام محمود سے سو فرمایا آپ نے مراد اس سے شفاعت ہے۔

★ صحیح مسلم صہ ۲۴۵ جلد دوم:

قال انا سیّد ولد اٰدم واوّل من ینشق عنہ القبر واوّل شافع ومشفع

یعنی روزِ قیامت تمام آدمیوں کا سردار ہوں۔ اور سب سے اوّل قبر سے تشریف لانے والا ہوں۔ اور پہلا شفیع ہوں اور شفاعت قبول کیا گیا ہوں۔

شفاعت پر اعتراضات کا جائزہ

اعتراض: قرآن تو کہتا ہے کہ کوئی شفاعت نہیں کر سکتا۔ مَن ذا الذی یشفع عندہٗ الا باذنہٖ اور یوم یقوم الروح والملائکۃ صفا لا یتکلمون الا من اذن لہ الرحمٰن میں شفاعت کا انکار ہے۔

جواب: اِن آیات میں مطلق شفاعت کا انکار تو نہیں بلکہ ان میں اللہ کے اِذن کے بغیر شفاعت کا انکار ہے در اصل اِن آیات میں بتوں کی شفاعت کا انکار اور محبوبانِ خدا کی شفاعت کا اثبات ہے۔

اِسی آیت کے تحت عظیم مفسر صاحب تفسیر خازن۔ اپنی تفسیر کی جلد اوّل صہ ۲۰۱ مَن ذا الذی یشفع عندہ الا باذنہ کے تحت لکھتے ہیں:

والمعنیٰ لا یشفع عندہ احد الا باذنہ وارادتہ وذلک لان المشرکین زعموا ان الاصنام تشفع لھم فاخبر انہ لا شفاعۃ لاحد عندہ الا ما استثناہ بقولہ الا باذنہ یرید بذلک شفاعۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم وشفاعۃ بعض الانبیاء والملائکۃ وشفاعۃ المؤمنین لبعضھم لبعض۔

(ترجمہ) یعنی آیت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کے یہاں بغیر اس کے امر و ارادہ کے کو

شفاعت نہ کرے گا۔ یہ اس لیے کہ مشرکین کا گمان تھا کہ بُت اُن کی شفاعت کریں گے تو اللہ تعالیٰ نے خبر دی کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں کسی کی شفاعت نہیں سوائے اُن کے جن کو اللہ تعالیٰ نے اِلّا باِذْنِہ کے ساتھ مستثنیٰ فرمایا۔ اور اس سے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مومنین کی شفاعت مراد ہے۔ اِسی آیت کے تحت تفسیر روح البیان میں موجود ہے۔

فی التاویلات النجمیہ هذا الاستثناء راجع الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم لان اللہ قد وعدلہ المقام المحمود وھو شفاعۃ فالمعنی من ذالذی یشفع عندہٗ یوم القیمۃ الاعبدہ محمد فانہ ماذون موعود لیعینہ الانبیاء بالشفاعۃ۔

(ترجمہ) تاویلات نجمیہ میں ہے کہ یہ استثناء حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف راجع ہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ سے مقام محمود کا وعدہ فرمایا اور وہ شفاعت ہے تو معنی یہ ہیں کہ کون ہے کہ روزِ قیامت اللہ کے حضور شفاعت کرے سوائے اس کے پیارے بندے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کہ آپ ماذون ہیں آپ کو اذن دیا گیا ہے آپ سے وعدہ کیا گیا ہے اور انبیاء شفاعت میں آپ کے معین ہوں گے۔

تفسیر عزیزی۔ سورہ بقرہ ص۱۵۲ از شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رح فرماتے ہیں۔

"گوئیم آیات و احادیث بسیار دلالت بر وقوع شفاعت میکنند۔ پس تخصیص ایں آیت لابد است۔ اہلسنت بکافر تخصیص میکنند و می گویند کہ معنیٰ ایں آیت آنست کہ شفاعت بے حکم الٰہی در آں روز مقبول نخواہد شد۔ بدلیل آنکہ در آیات بسیار نفی شفاعت را مقید بایں قید فرمودہ اند۔ مانند یومئذٍ لا تنفع الشفاعۃ الا من اذن لہ الرحمٰن ورضی لہ قولا و من ذالذی یشفع عندہٗ الا باذنہ و من حمیم ولا شفیع یطاع ولا تنفع الشفاعۃ عندہ الا لمن اذن لہ۔ و احادیثِ متواترہ بیان کردند کہ غیر از کافر در حق ہمہ اہل معاصی حکم بشفاعت خواہد شد۔ پس معلوم شد کہ

محروم مطلق از شفاعت کافر است و بس۔ و مناسب مقام ہم نفی ہمیں شفاعت است۔

(ترجمہ) میں کہتا ہوں کہ بہت سی آیات و احادیث وقوع شفاعت پر دلالت کرتی ہیں۔ پس اِس آیت کی تخصیص ضروری ہے۔ اہل سنت کافر کے ساتھ تخصیص کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ معنیٰ یہ ہے کہ اُس دِن اللہ کی اجازت کے بغیر شفاعت قبول نہیں ہو گی ساتھ دلیل اِس کے بہت ساری آیات میں نفی شفاعت کو اِسی قید کے ساتھ مقید کیا گیا ہے۔

حدیث متواترہ میں بیان کیا جا چکا ہے کہ کافر کے سوا تمام گناہ گاروں کے حق میں شفاعت ہو گی۔ پس معلوم ہوا کہ شفاعت سے محروم صرف کافر ہیں۔ اور مقام کے مناسب اِسی شفاعت کی نفی ہے۔

تفسیر عزیزی سورہ بقرہ ص۱۵۲ مصنفہ شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رح زیرِ آیت لا یُقبل مِنھا شفاعۃٌ درایںجا باید دانست کہ معتزلہ بایں آیت در نفی شفاعت تمسک می کنند۔ و می گویند کہ روز قیامت شفاعت نخواہد شد لیکن نمی فہمند کہ دریں آیت نفی شفاعت از طرف کسے است۔ کہ ہرگز شکر نعمت الٰہی نکردہ باشد۔ و آں نیست مگر کافر و شفاعت در حق کافر بالاجماع مقبول نیست۔

(ترجمہ) اِس جگہ جاننا چاہیئے کہ معتزلہ اِس آیت سے نفی شفاعت پر دلیل پکڑتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ قیامت کے دِن شفاعت نہیں ہو گی لیکن نہیں سمجھتے کہ اِس آیت میں نفی شفاعت اُس کی جانب سے ہے کہ جس نے اللہ کی نعمتوں کا شکر کبھی نہ کیا ہو یعنی کافر۔ اور کافر کے حق میں بالاجماع شفاعت منظور نہیں۔

تفسیر جامع البیان بر حاشیہ جلالین ص۳۷۔ من ذالذی یشفع عندہٗ الا

باذنه بیان لعظمته وجلاله نفی الزعم الکفار ان الاصنام شفعاء۔

یعنی یہ آیت عظمت وجلال الٰہی ظاہر کرتی ہے۔ اور کفار کے حق میں ہے۔ وہ گمان کرتے تھے کہ ہمارے بت ہمارے شفیع ہیں۔

تفسیر جلالین سورہ صبا صت ۳۵۹ ۔ یہ وہ مستند تفسیر جو وہابیوں دیوبندیوں کے مدارس میں بھی پڑھائی جاتی ہے۔ زیر آیت ولا تنفع الشفاعة عندہ لکھتے ہیں ردُّ لقولہم اِن الٰھتھم تشفع عندہ۔ یعنی اس آیت شریف میں اللہ تعالیٰ کفار کی تردید فرماتا ہے۔ جو اُن کا قول تھا کہ اُن کے بُت اُن کے شفیع ہیں۔

تفسیر جلالین سورہ طٰہٰ صت ۲۶۵ ۔ زیر آیت یَومَئِذٍ لا تنفع الشفاعة اَحَدًا اِلّامَن اَذن له الرحمٰن ۔ اَن یشفع له ورضی له قولاً بان یقول لا الٰه الا اللّٰه ۔ یعنی اُس روز قیامت کو فائدہ نہ دے گی شفاعت کسی کو مگر جس نے کلمہ طیّبہ لا الٰہ الا اللّٰہ محمد الرسول اللّٰہ پڑھ لیا۔ اور جن کافروں نے کلمہ شریف نہیں پڑھا اُن کے حق میں شفاعت نہیں۔

شفاعت کے متعلّق مُلّا علی قاری حنفی کا فرمان

احناف کے امام مُلا علی قاری جن کو وہابی۔ دیوبندی بھی بڑے زور شور سے مانتے ہیں۔ شرح فقہ اکبر صت ۱۹۰ فرماتے ہیں۔

(ترجمہ) یعنی معتزلہ کا اِس شفاعت میں رفع درجات کی قید لگانا اہل کبائر کی تخصیص کے خلاف ہے۔ اور معتزلہ کے خیال میں چونکہ اللہ تعالیٰ گناہ معاف نہیں کر سکتا۔ اس لیے شفاعت بے فائدہ ہے۔ وہ آیت فما تنفعُھُمُ شفاعة الشافعین کو اپنی دلیل بناتے ہیں۔ باوجودیکہ تمام مفسرین کا اجماع ہے کہ یہ آیت کفار کے حق میں ہے۔ علاوہ بریں ہمارے حضرات نے اسی آیت سے مومنین کے لیے شفاعت کے

ثابت ہونے پر استدلال فرمایا ہے۔ کیونکہ یہ تہدید کفار کا مقام ہے۔ اگر غیر کفار کی بھی شفاعت نہ ہو تو کفار کی تخصیص کوئی معنیٰ نہ رکھے گی۔

وسیلۂ اولیاء

ولی اللہ کے وسیلہ سے اولاد کو فائدہ

وکان ابوھما صالحا فاراد ربّك ان یَبلغا اشدھما ویستخرجا کنزھما (قرآن)

حضرت خضر علیہ السّلام نے دیوار بنا کر موسیٰ علیہ السّلام سے فرمایا کہ اِسی دیوار کے نیچے دو یتیم بچوں کا خزانہ ہے۔ ان کا باپ نیک تھا۔ اِس لیے تیرے رب نے چاہا کہ ان کا خزانہ محفوظ رہے اور یہ جوان ہو کر اپنا خزانہ نکال لیں۔

معلوم ہوا کہ اِن یتیموں پر رب کا یہ کرم ہوا کہ ان کی شکستہ دیوار بنانے کے لیے دو مقبول بندے بھیجے گئے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ اُن کا باپ نیک آدمی تھا۔ یعنی نیک باپ کے وسیلہ سے اولاد پر اللہ تعالیٰ کا کرم ہوتا ہے۔

★ ارشادِ ربانی ہے۔ فَالمُدَبِّرَاتِ اَمرًا۔ قسم اُٹھاتا ہوں میں مدبرات امر کی۔ یعنی کاموں کی تدبیریں کرنے والوں کی قسم اُٹھاتا ہوں۔ بعض مفسرین نے مدبراتِ امر سے مراد ملائکہ لیے ہیں۔

لیکن اِسی آیت کے ماتحت تفسیر بیضاوی میں علّامہ بیضاوی لکھتے ہیں (تفسیر بیضاوی وہ مستند و مسلّمہ تفسیر ہے جو علماء اہلسنّت اور علماء دیوبند دونوں کے مدارس میں پڑھائی جاتی ہے)۔ علّامہ بیضاوی لکھتے ہیں: صفات النفوس الفاضلةِ حال المفارقةِ فانھا تنزع عن الابدان غرقا ای نزعًا شدیدًا من اغراق النازع فی القوس فتنشط الیٰ عالمِ الملکوت وتسبح فیه فتسبق الیٰ حظائر القدس فتصیر لشرفھا وقوتھا من المدبرات۔ یعنی اِن آیاتِ کریمہ

میں اللہ رب العزت ارواح اولیاء کرام کا ذکر فرماتا ہے۔ جب وہ اپنے پاک مبارک بدنوں سے انتقال فرماتی ہیں کہ جسم سے بقوت تمام جدا ہو کر عالم بالا کی طرف سبک خرامی اور دریائے ملکوت میں شناوری کرتی خطیرہائے حضرت قدس تک جلد رسائی پاتی ہیں پس اپنی بزرگی اور طاقت کے باعث کاروبار عالم کے تدبیر کرنے والوں سے ہوجاتی ہیں۔

علامہ احمد بن محمد شہاب خفاجی عنایۃ القاضی یعنی حاشیہ بیضاوی میں امام حجۃ الاسلام محمد غزالی و امام فخر الدین رازی سے اس معنی کی تائید میں نقل کرکے فرماتے ہیں۔ ولذا قیل اذا تحیرتم فی الامور فاستعینوا من اصحاب القبور الا انہ لیس بحدیث کما توہم ولذا اتفق الناس علی زیارۃ مشاہد السلف والتوسل بہم الی اللہ تعالی وان انکرہ بعض الملاحدۃ فی عصرنا والمشتکی الیہ ہو اللہ۔
یعنی اس لیے کہا گیا کہ جب تم کاموں میں متحیر ہو تو مزاراتِ اولیاء سے مدد مانگو مگر یہ حدیث نہیں ہے جیسا کہ بعض کو وہم ہوا۔ اور اسی لیے مزارات سلف صالحین کی زیارت اور انہیں اللہ عزوجل کی طرف وسیلہ بنانے پر مسلمانوں کا اتفاق ہے۔ اگرچہ ہمارے زمانہ میں بعض ملحدین لوگ اس کے منکر ہوئے۔ اور خدا ہی کی طرف ان کے فساد کی فریاد ہے۔

مقبولانِ خدا کی دعا وسیلہ مغفرت

مسلم شریف میں ہے۔ خیر التابعین اویس القرنی فمروہ فلیستغفر لکم او کما قال علیہ الصلوۃ والسلام۔

جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ حضرت اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ سب تابعین میں بہتر ہیں۔ جب ان سے ملاقات ہوجائے تو ان سے اپنے گناہوں کی مغفرت کے لیے دعا طلب کرو۔

قارئین کرام! سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ

سے دعا کروانے کا کہہ کر قیامت تک کے آنے والے مسلمانوں کے لیے ایک مشعلِ راہ مہیا کر دی ہے کہ اگر تم نے گناہ بخشوانے ہوں تو اللہ کے نیک بندوں سے دعا کراؤ کیونکہ جو رحیم و کریم خدا گناہگاروں پر بھی شفقت فرماتا ہے وہ اپنے نیک بندوں پر بطریق اولیٰ کرم فرمائے گا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے امتی بھی وسیلہ نجات ہیں

ترمذی شریف، ابن ماجہ، دارمی، مشکوٰۃ شریف میں ہے کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

یدخل الجنۃ بشفاعۃ رجل من امتی اکثر من بنی تمیم۔

(ترجمہ) "یعنی میرے ایک امتی کی شفاعت سے بنو تمیم قبیلہ سے زیادہ آدمی جنت میں جائیں گے۔" اس حدیث کے ماتحت ملا علی قاری اپنی کتاب مرقات میں فرماتے ہیں:

قیل الرجل عثمان ابن عفان قیل اویس قرنی وقیل غیرہ۔

(ترجمہ) بعض علماء نے فرمایا ہے۔ وہ عثمان غنی ہیں۔ بعض نے فرمایا وہ شخص اویس قرنی ہے۔ بعض نے کہا کہ کوئی اور بزرگ ہیں۔ اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے امتی بھی وسیلہ نجات ہیں۔

★ بخاری شریف ومشکوٰۃ شریف میں ہے کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ ھل تنصرون وترزقون الا بضعفائکم۔

(ترجمہ) تم کو نہیں فتح ملتی اور نہیں رزق ملتا مگر ضعیف مومنوں کی برکت اور وسیلہ سے۔ معلوم ہوا کہ فقراء اور درویش لوگوں کے وسیلہ سے رزق اور فتح ونصرت ملتی ہے۔

اولیاء کرام کے وسیلہ سے بارش اور فتح ونصرت

مشکوٰۃ شریف باب ذکرِ یمن وشام اور مسند امام احمد میں یہ حدیث پاک موجود ہے

عن شریح بن عبید قال ذکر اهل الشام عند علی وقیل العنهم یا امیر المؤمنین قال لا انی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول الابدال یکونون بالشام وهم اربعون رجلاً کلما مات رجل ابدل اللہ مکانه رجلاً یستسقی بهم الغیث وینتصر بهم علی الاعداء ویصرف عن

(ترجمہ) شریح بن عبید کہتے ہیں، کہ شام کے لوگوں کا حضرت علی کے سامنے ذکر کیا گیا اور کہا گیا کہ اے امیر المؤمنین شام والوں پر لعنت کیجیے۔ علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں شام والوں پر لعنت نہیں کرتا۔ اس لیے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے سُنا کہ ابدال شام میں ہوتے ہیں۔ اور وہ چالیس مرد ہیں۔ ان میں سے جب کوئی مرتا ہے۔ تو خداوند تعالیٰ دوسرے کو اس کی جگہ مقرر کر دیتے ہیں۔ یعنی یہ ہمیشہ چالیس رہتے ہیں۔ خداوند تعالیٰ ایک کے مرنے کے بعد دوسرے کو ابدال کر دیتا ہے۔ ان کے وجود کی برکت سے بارش ہوتی ہے۔ اور ان کی مدد سے دشمنوں سے بدلا لیا جاتا ہے۔ اور ان کے سبب شام والوں سے عذاب دفع کیا جاتا ہے۔

قارئین کرام! اس حدیث پاک سے واضح ہو گیا کہ اولیاء کرام کے وسیلے سے بارش فتح و نصرت اور عذاب دور ہوتا ہے

مشکل میں مقبولانِ خدا کو پکارنا

اس حدیث پاک کو امام فخر الدین رازی نے تفسیر کبیر جلد اول صـ ۱۶۳، امام نووی نے کتاب الاذکار میں، امام طبرانی نے کبیر میں۔ اس کے علاوہ مشکوٰۃ شریف میں اور علماء دیوبند کے پیر و مرشد امداد اللہ صاحب مہاجر مکی نے "فیصلہ ہفت مسئلہ" میں لکھا ہے: عن ابن عباس قال فاذا اصاب احدکم عرجة بارض فلاة فلیناد اعینوا یا عباد اللہ، اعینوا یا عباد اللہ، اعینوا یا عباد اللہ یرحمکم اللہ۔

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب تم میں سے کوئی شخص جنگل میں

مصیبت کا شکار ہو تو ندا کرے، میری مدد کرو اے اللہ کے بندو! میری مدد کرو، اے اللہ کے بندو، میری مدد کرو، اے اللہ کے بندو، میری مدد کرو اے اللہ کے بندو۔ خدا تم پر رحم فرمائے۔

امام نووی اپنی کتاب الاذکار میں اسی حدیث پاک کی تشریح میں فرماتے ہیں کہ میرے بعض مشائخ نے جو علم میں اکابر ہیں کہ ان کا خچر جنگل میں گم ہو گیا۔ انہیں یہ حدیث معلوم تھی تو انہوں نے اس پر عمل کرتے ہوئے پکار کر کہا: یا عباد اللہ اعینونی، یا عباد اللہ اعینونی، یا عباد اللہ اعینونی، تو فوراً خدا تعالیٰ نے اس کو واپس بھیج دیا۔

میں (امام نووی) ایک مرتبہ ایک جماعت کے ہمراہ تھا۔ تو جنگل میں جہاں کوئی واقف نہ تھا۔ ایک جانور گم ہو گیا۔ میرے ساتھی اسے تلاش کر کے تھک گئے تو میں نے پکار کر کہا: یا عباد اللہ اعینوا، یا عباد اللہ اعینوا، یا عباد اللہ اعینوا، تو فوراً بغیر کسی ظاہری سبب کے وہ کھویا ہوا جانور واپس مل گیا۔

قارئین! مقامِ غور ہے کہ اس حدیث پاک سے اللہ کے نیک بندوں کو غائبانہ طور پر حاجات میں پکارنا جائز ثابت ہو رہا ہے۔ اگر اللہ کے مقرب بندوں کو غائبانہ طور پر حاجات میں پکارنا شرک و بدعت ہوتا تو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کبھی اس کا حکم نہ دیتے۔

وسیلۂ اولیاء اور علامہ ابنِ عابدین شامیؒ

علامہ شامی جن کے فرمان کو احناف کے نزدیک حرف آخر سمجھا جاتا ہے۔ اور فقہی مسائل میں علماء دیوبند اور ان کی ذریت کا بھی ان کے بغیر چارہ نہیں اپنی مشہورِ عالم کتاب رد المحتار میں لکھتے ہیں۔

(ترجمہ) امام زیادی فرماتے ہیں کہ جب کسی انسان کی کوئی چیز گم ہو جائے اور وہ یہ چاہے کہ وہ چیز اللہ تعالیٰ اسے واپس کر دے تو اسے چاہیے کہ کسی بلند جگہ پر قبلہ کی طرف

منہ کر کے کھڑا ہو۔ اور سورۃ فاتحہ پڑھ کر اس کا ثواب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بارگاہ میں ہدیہ کرے۔ پھر اس کا ثواب سیدی احمد بن علوان کے حضور ہدیہ کر کے یوں ندا کرے۔ اے سیدی احمد! اے ابن علوان میری گم شدہ چیز واپس مل جائے ورنہ میں جناب والا کو اولیاء اللہ کے رجسٹر سے خارج کر دوں گا۔

★ حنفیوں کے مایۂ ناز امام علامہ شامی اپنی کتاب ردالمختار کے مقدمے میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں۔

(ترجمہ) اے اللہ میں اس کتاب کے لکھنے اور اس کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے میں اور قبولیت کے لیے آپ سے بوسیلہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور جمیع اہل طاعت اور بوسیلہ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے سوال کرتا ہوں اور امداد چاہتا ہوں۔

★ امام المتکلمین زبدۃ المحدثین علامہ ابن عابدین شامیؒ نے امام شافعی کا مندرجہ ذیل قول نقل کیا ہے۔ انی لا تبرک بابی حنیفۃ واجئ الی قبرہ فاذا عرضت لی حاجۃ صلیت رکعتین وسالت اللہ عند قبرہ فتقضی سریعًا ہ

تحقیق میں برکت حاصل کرتا ہوں امام ابوحنیفہ سے۔ آتا ہوں اُن کی قبر پر جس وقت مجھے حاجت در پیش ہوتی ہے۔ تو دو رکعت نماز نفل پڑھتا ہوں۔ اور اُن کی قبر کے پاس اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں۔ فوراً حاجت پوری ہوتی ہے۔

(شامی جلد اوّل ص۵۱، تاریخ بغداد جلد اوّل ص۱۲۳، الخیرات الحسان ابن حجر مکی ص۱۴۴)۔

قارئین کرام! جب امام شافعی جیسا عظیم المرتبت آدمی بعد از وصال بزرگوں کے وسیلہ کا قائل ہے اور امام اعظم کی قبر انور کے نزدیک دعا کر کے ان کے وسیلہ سے اپنی حاجت اللہ سے جلد پوری کرا لیتا ہے۔ اور پھر اس واقعہ کو نقل کرنے والا بھی حنفیوں کا امام علامہ شامی ہے۔ جن کے قول کو احناف کے نزدیک حرف آخر سمجھا جاتا ہے۔ انہوں نے اس واقعہ کو نقل کر کے اور اسے خلاف شرع یعنی شرک و کفر نہ سمجھتے ہوئے

اس کی صداقت پر مہر تصدیق ثبت کر دی ہے۔ مقام غور ہے کہ امام شافعی اور علامہ شامی جیسے عظیم محقق و محدث و امام توسل بالاولیاء بعد از وصال کو جائز سمجھتے ہیں لیکن آج کل علم و عقل سے عاری لوگ اس کو ناجائز اور شرک و بدعت سمجھتے ہیں۔ پھر انہیں چاہیئے کہ امام شافعی اور علامہ شامی پر بھی شرک کا فتویٰ لگا دیں۔

ملا علی قاری کا فرمان

احناف کے ایک اور مستند اور معتبر عالم ملا علی قاریؒ نزہۃ الخاطر الفاطر فی ترجمہ شیخ عبدالقادر ص۶۱ پر فرماتے ہیں۔ کہ حضور غوث پاک نے فرمایا: من استغاث لی فی کربۃ کشفت عنہ ومن نادانی باسمی فی شدۃ فرجت عنہ ومن توسل بی الی اللہ فی حاجۃ قضیت۔

(ترجمہ) یعنی جو کوئی مصیبت میں مجھ سے مدد مانگے تو وہ مصیبت دُور ہو گی، اور جو تکلیف میں میرا نام لے کر پکارے تو تکلیف رفع ہو گی۔

قارئین کرام! غوث پاکؒ اور ملا علی قاری وسیلہ کو جائز سمجھتے ہوئے اس کا حکم دے رہے ہیں۔ اور یہ ملا علی قاری وہ بزرگ ہیں جن کو دیوبندی وہابی بھی بڑے زور و شور سے مانتے ہیں۔

سید العشاق علامہ جامی کا فرمان

حضرت مولانا نورالدین جامیؒ "نفحات الانس" میں حضرت مولوی معنویؒ سے نقل کرتے ہیں کہ قریب وصال مبارک اپنے مریدوں سے فرمایا۔ "در ہر حالتے کہ باشید مرا یاد کنید تا من شمارا ممد باشم در ہر لباسے کہ باشم"۔ یعنی ہر حال میں مجھے یاد کر دیں ہر لباس میں تمہاری مدد کروں گا۔

شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی کا فرمان

شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلویؒ کے علم و کمال کا ایک زمانہ معترف ہے وہ ہمارے سلف صالحین سے ہیں اور انہیں علماء دیوبند بھی اپنے اکابرین سے تسلیم کرتے ہیں۔ وہ تفسیر عزیزی جلد اوّل صہ ۹ پر اِیَّاکَ نستعین کی تفسیر میں لکھتے ہیں: "اس جگہ یہ امر جاننا ضروری ہے۔ وہ یہ کہ مطلق استعانت غیر سے حرام نہیں بلکہ اس طرح حرام ہے کہ استعانت چاہنے والا اس شخص پر بھروسہ کرے اور یہ نہ سمجھے کہ حاجت روا خدا تعالیٰ ہے۔ اور یہ شخص سبب ظاہری ہے۔ اور اگر ایسا اعتقاد کرکے استعانت ساتھ غیر کے کرے اور اس غیر کو مظہر عون الٰہی کا سمجھے سو ایسی استعانت شرع میں جائز اور روا ہے۔ اور انبیاء و اولیاء نے اس طرح کی استعانت ساتھ غیر کے کی ہے۔ اور حقیقت میں ایسی استعانت بالغیر نہیں۔ بلکہ استعانت خدا کے ساتھ ہے۔ نیز آپ فرماتے ہیں کہ اہلِ قبور سے استمداد بطور دعا کے ہو جاتی ہے۔ کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کریں تاکہ ہمارا مطلب حاصل ہو جائے۔

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی سے کسی نے مسئلہ پوچھا۔

سوال: کوئی صاحب باطن یا صاحب کشف کسی صاحب باطن یا صاحب کشف کی قبر کے پاس مراقبہ کرکے باطن سے کچھ حاصل کر سکتا ہے۔

جواب: "حاصل کر سکتا ہے" (فتاویٰ عزیزی جلد اوّل صہ ۲۶)

دوسرے مقام پر فتاویٰ عزیزی جلد اوّل صہ ۱۲۶ پر فرماتے ہیں۔ اور اگر منجملہ اولیاء اور صلحاء کے کسی بزرگ کی قبر کی زیارت کے لیے جاوے تو چاہیئے کہ اس بزرگ کے سینہ کی طرف منہ کرکے بیٹھے اور اکیس ۲۱ مرتبہ چار ضرب سے یہ پڑھے سُبُّوحٌ قدوسٌ ربنا وربُّ الملائکۃ والرُّوح اور سورۃ اِنَّا انزلنا تین مرتبہ پڑھے اور

دل سے خطرات کو دور کرکے اور دل کو اس بزرگ کے سینے کے سامنے رکھے۔ تو اس بزرگ کی روح کی برکات زیارت کرنے والے کے دل میں پہنچیں گی،

★ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی فتاویٰ عزیزی جلد دوم صہ ۱۵۲ پر لکھتے ہیں۔

"در اصل قبور سے استمداد کرنا ایک ایسا امر ہے کہ مشائخ صوفیہ کہ اہل کشف و کمال سے ہیں اُن کے نزدیک یہ کامل طور پر ثابت ہے۔ حتیٰ کہ وہ حضرات کہتے ہیں کہ اکثر لوگوں کو ارواح سے فیض حاصل ہوا ہے۔ چنانچہ امام شافعی نے فرمایا ہے کہ قبر موسیٰ کاظمؒ کی تریاق مجرّب ہے دعا قبول ہونے کے لیے۔"

وسیلہ کے خلاف کوئی دلیل نہیں

شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی اپنی کتاب فتاویٰ عزیزی صہ ۵۔ صہ ۲۵۳ پر شیخ عبدالحق محدث دہلوی کا قول نقل کرتے ہیں۔

"شیخ اجل نے مشکوٰۃ شریف کی شرح میں لکھا ہے کہ پائی نہیں جاتی ہے کتاب اور سنّت اور سلف صالح کے اقوال میں سے کوئی ایسی چیز کہ مخالف اور منافی اس استمداد کے ہو اور اس کو رد کرے۔"

★ حضرت شیخ سعدی شیرازی جو آج سے تقریباً ساڑھے سات سو سال پہلے گزرے ہیں اور جن کی کتب دیوبندیوں وہابیوں کے مدارس میں بھی پڑھائی جاتی ہیں۔ وہ اپنی کتاب بوستاں میں فرماتے ہیں۔

شنیدم کہ در روز امید و بیم — بداں را بہ نیکاں ببخشد کریم

یعنی میں نے سُنا ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ نیکوں کے وسیلہ سے بُروں کو بخش دے گا۔ معلوم ہوا کہ حضرت شیخ سعدیؒ اولیاء کے وسیلہ سے گناہگاروں کی مغفرت ہو جانے کے قائل تھے۔

مولانا رومؒ کا فرمان

مولانا روم مثنوی میں فرماتے ہیں۔

پیر را بگزیں کہ بے پیر ایں سفر — ہست بس پُر آفت و خوف و خطر

چوں گرفتی پیر ہیں تسلیم شو — ہمچو موسیٰ زیر حکم خضر رو

گرچہ کشتی بشکند تو دم مزن — گرچہ طفلے را کشد تو موم کن

(ترجمہ) یعنی پیر پکڑلو۔ کیونکہ آخرت کا سفر بغیر پیر کے بہت خطرناک ہے۔ اور جب پیر اختیار کرو تو اس کے ایسے تابع فرمان ہوجاؤ۔ جیسے موسیٰ علیہ السلام، خضر علیہ السّلام کے۔ کہ اگر پیر کشتی کو توڑ دے۔ تو دم نہ مارو۔ اگر بچہ کو بلا قصور قتل کردے تو اعتراض نہ کرو۔

معلوم ہوا کہ پیر کا وسیلہ پکڑنا مولانا رومؒ کے نزدیک لازم ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کا فرمان

شیخ عبدالحق محدث دہلوی ہمارے سلف صالحین سے ہیں اور اُن کے اقوال کو علماءِ دیوبند بھی معتبر سمجھتے ہیں۔ آپ اشعۃ اللمعات جلد اوّل ص۷۱۵ پر فرماتے ہیں۔

(ترجمہ) اور حجۃ الاسلام امام محمد غزالی نے فرمایا جن سے زندگی میں استمداد حاصل کی جاتی ہے۔ ان سے بعد وفات بھی استعانت کی جاتی ہے۔ اور مشائخ عظام میں سے بعض نے کہا کہ میں نے چار حضرات کو دیکھا کہ وہ جس طرح اپنی زندگی میں تصرف کرتے تھے اسی طرح اپنی قبروں میں بھی تصرف کرتے ہیں۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ ایک شیخ معروف کرخی اور دوسرے شیخ عبدالقادر جیلانی اور ان کے علاوہ دو کا نام اور لیا۔ اور ان کا مقصد ان چار میں حصر کرنا نہیں تھا بلکہ محض اپنے مشاہدے کو بیان کیا۔

اور سید احمد بن مرزوق جو کہ دیار مغرب کے مشائخ اور فقہاء میں سے ہیں۔ اُنہوں نے فرمایا کہ ایک دن شیخ ابوالعباس حضرمی نے مجھ سے پوچھا کہ زندہ کی امداد زیادہ قوی ہے یا میت کی۔ میں نے کہا کہ ایک قوم کہتی ہے کہ زندہ کی امداد قوی ہے اور میں کہتا ہوں کہ میت کی امداد زیادہ قوی ہے۔ پس شیخ نے کہا کہ ہاں اس لیے کہ وہ اللہ کی پناہ میں ہے۔ اور اس معنی میں اس طائفہ سے بے شمار منقولات ہیں جو کہ حد و شمار سے باہر ہیں۔ اور کتاب و سنت اور اقوال سلف و صالحین میں اس کے خلاف کوئی تصریح نہیں پائی جاتی اور تحقیق یہ ہے کہ آیات و احادیث سے ثابت ہے کہ روح باقی رہتی ہے۔ اور اس کو زائرین اور اُن کے احوال کا علم و شعور بھی ہوتا ہے۔ اور ارواحِ کاملین کا خدا کی بارگاہ میں عظیم قرب اسی طرح ہوتا ہے۔ جیسے حیاتِ دنیاوی میں تھا۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ اور اولیاء کو کرامات اور کائنات میں تصرف حاصل ہے۔ اور اس کا ثبوت صرف ان کی ارواح کے لیے ہے اور ارواح باقی رہتی ہیں۔ اور متصرفِ حقیقی سوائے اللہ عزوجل کے اور کوئی نہیں اور تمام قدرت اسی کی ہے۔ اور وہ [illegible] اپنی زندگی میں اور موت کے بعد بھی حق سبحانہٗ کی ذات میں فنا ہوچکے ہیں۔ پس اگر کسی کو ان کے واسطے سے کچھ دیا جائے۔ اس مرتبہ کی وجہ جو خدا کے نزدیک ان کے لیے ثابت ہے تو یہ بعید نہیں ہے جیسا کہ حالت حیات میں ان کو تصرف حاصل تھا۔ اور فعل اور تصرف ہر حال میں اللہ عزوجل کا ہی ہے۔ اور کوئی چیز نہیں جو زندگی اور موت میں فرق کرے اور نہ اس فرق پر کوئی دلیل پائی گئی ہے۔

قارئین کرام! اب منکرینِ وسیلہ اور منکرینِ استمداد سے دریافت طلب امر یہ ہے کہ وہ شیخ محقق دہلویؒ کی اِن تصریحات اور زندگی اور موت کے بعد اولیاء اللہ سے وسیلہ و استمداد کی تشریحات کی وجہ سے شیخ پر شرک کا فتویٰ لگائیں گے یا اپنی بے علمی کا اعتراف کرکے اپنی بدعقیدگی سے توبہ کریں گے۔

یہی شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ اشعۃ اللمعات جلد سوم ص۴۰۱ پر فرماتے ہیں۔

(ترجمہ) بہر نوع بعض فقہا نے اہل قبور سے استمداد کا انکار کیا ہے۔ اگر ان کا یہ انکار اس پر مبنی ہے کہ اہل قبور کو سماع اور زائرین کے احوال کا علم نہیں ہوتا تو اس مبنی کا بطلان ظاہر ہو چکا ہے۔ اور اگر انکار یہ ہے کہ اہل قبور کے لیے اس جگہ قدرت اور تصرف ثابت نہیں بلکہ جن حالات میں وہ مبتلا ہیں۔ ان کی وجہ سے وہ مقید اور پابند ہو چکے ہیں۔ اور انہیں دوسروں سے روک دیا گیا ہے۔ پس میں کہتا ہوں کہ یہ قاعدہ کلیہ نہیں ہے۔ خصوصاً متقین کے حق میں جو اولیاء اللہ ہیں اور ممکن ہے کہ انہیں اللہ کی طرف سے برزخ میں ایسا ہی مرتبہ حاصل ہو جیسا قیامت میں انہیں منصب شفاعت عطا ہوگا۔ جس کی وجہ سے وہ اُن زائرین کے حق میں جو ان سے متوسل ہیں۔ دُعا اور شفاعت کریں گے۔ اور بھلا اس کی نفی پر کون سی دلیل قائم ہے۔ اور علامہ بیضاوی نے آیت کریمہ والنازعات غرقاً کی تفسیر ان نفوس فاضلہ کی صفات سے کی ہیں۔ جو حالِ مفارقتِ بدن میں عالم ملکوت کی طرف نکالی جاتی ہیں۔ اور وہاں سیر و سیاحت اور تسبیح کرتی ہیں اور مقدس چراگاہ میں پیش ہوتی ہیں۔ اور شرف و قوت کی وجہ سے مدبرات (وہ فرشتے جو امور تکوینیہ انجام دیتے ہیں) میں سے ہو جاتی ہیں اور کاش ان منکرین کے سامنے میری سمجھ موجود ہوتی۔

آخر یہ استمداد اور امداد کا کیا سمجھ کر انکار کرتے ہیں۔ جو ہم نے سمجھا ہے وہ تو یہ ہے کہ دُعا کرنے والا اُس بندۂ مقرب کے توسل سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کرتا ہے کہ اے بارِ الٰہ اس بندۂ مقرب کی برکت سے جسے تو نے بے انداز الطاف و اکرام سے نوازا ہے میری حاجت کو پورا فرما۔ کہ تو ہی عطا کرنے والا ہے۔ یا دُعا مانگنے والا اس بندۂ مقرب کو ندا کرتا ہے کہ بندۂ خدا اے اللہ کے ولی میری شفاعت کر اور اللہ تعالیٰ سے دُعا کر کہ مجھے میرا سوال اور مطلوب عطا فرمائے اور یہ بندۂ مقرب درمیان میں صرف وسیلہ ہوتا ہے۔ اور قادر اور فاعل سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کوئی نہیں ہوتا۔ اور اولیاء اللہ تو اللہ کے فعل اور قدرت میں فنا ہو چکے ہیں۔ اور اولیاء کو نہ اب قبور میں کسی چیز پر قدرت

ہوتی ہے۔ اور نہ جس وقت دنیا میں تھے۔ اس وقت کسی چیز پر قدرت تھی اور امداد و استمداد کا جو معنی میں نے ذکر کیا ہے اگر موجب شرک اور غیر اللہ کی طرف توجہ کو مستلزم ہوتا جیسا کہ منکر کا زعم فاسد ہے۔ تو چاہیئے تھا کہ صالحین سے طلب دعا اور توسل زندگی میں بھی ناجائز ہوتا۔ حالانکہ یہ بجائے ممنوع ہونے کے بالاتفاق جائز اور مستحسن و مستحب ہے۔ اور اگر یہ منکر کہیں کہ موت کے بعد اولیاء اللہ اپنے مرتبے سے معزول ہو جاتے ہیں۔ اور زندگی میں جو فضیلت و کرامت انہیں حاصل تھی۔ وہ باقی نہیں رہی تو اس پر کیا دلیل ہے اور اگر یوں کہیں کہ بعد موت کے وہ ایسی آفات و بلیات میں مبتلا ہوئے کہ انہیں دعا وغیرہ کی فرصت نہ رہی تو یہ قاعدہ کلیہ نہیں ہے۔ اور نہ اس پر دلیل ہے کہ اولیاء کے لیے ابتلا قیامت تک رہتا ہے۔ زیادہ سے زیادہ جو کہا جا سکتا ہے وہ یہ ہے کہ ہر اہلِ قبر سے استمداد سود مند نہیں ہوتی بلکہ یہ بھی ممکن ہے کہ بعض اولیاء جذب و استغراق کی کیفیت میں ہوں اور عالم لاہوت کے مشاہدے میں اس طرح منہمک ہوں کہ اس دنیا کے حالات کی طرف توجہ اور شعور نہ رہے پس اس دنیا میں تصرف نہ کریں جیسا کہ دنیا میں بھی اولیاء اللہ کے حالات مختلف ہوتے ہیں۔

★ آگے فرماتے ہیں۔ (ترجمہ) "یہ گفتگو از روئے شریعت ہے۔ ہاں زیارتِ قبر میں اہلِ قبور کو سلام کرنا اور ان کے لیے مغفرت کی دُعا کرنا اور قرآن پڑھنا مسنون ہے۔ لیکن اس سے استمداد کی نفی نہیں ہوتی۔ پس اہلِ قبور کی زیارت کرنا۔ ان کی امداد اور ان سے استمداد زائرین کے اختلافِ حال سے ہر دو کام جائز ہیں۔ اور جاننا چاہیئے کہ استمداد میں بعض علماء کا جو اختلاف ہے وہ انبیاء کرام علیہم السلام کے ماسوا میں ہے کیونکہ وہ بالاتفاق حیاتِ حقیقی دنیاوی سے زندہ ہیں۔ اور اولیاء حیات اخروی و معنوی سے ہمارے قریب زمانہ میں ایک فرقہ ظاہر ہوا ہے۔ جو اُن اولیاء اللہ سے استمداد کا منکر ہے۔ جو دارِ فنا سے دارِ بقاء کی طرف منتقل ہو گئے اور اللہ کی بارگاہ میں خوشحال اور انہیں رزق دیا جاتا ہے۔

پس یہ منکر ان کی بارگاہ میں توجہ کرنے والوں کو مشرک کہتے ہیں۔ اور بُت پرستوں میں شمار کرتے ہیں۔ اور جو منہ میں آتا ہے کہتے ہیں۔"

شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کا فرمان

شاہ ولی اللہؒ جو سلف صالحین سے ہیں اور دیوبندی حضرات بھی ان کو بڑے زور و شور سے مانتے ہیں۔ "ہمعات" میں "دل میں پیدا ہونے والے خیالات" کا علاج بتاتے ہیں۔

"با ارواح طیبہ مشائخ متوجہ شود و برائے ایشاں فاتحہ خواند یا بزیارت قبر ایشاں رود۔ و از آنجا انجذاب دریوزہ کند۔"

(ترجمہ) مشائخ کی ارواح طیبہ کی طرف متوجہ ہو اُن کے لیے سورۃ فاتحہ پڑھے یا اُن کی قبر کی زیارت کے لیے جائے۔ اور اُن سے جذب کی بھیک مانگے۔

قارئین کرام! شاہ صاحب کی عبارت سے ثابت ہوا کہ اہلِ قبور سے استمداد جائز ہے۔

شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلویؒ کا فرمان

از اولیاء مدفونین و دیگر صلحاء مومنین انتفاع و استفادہ جاری است و آنہا را افادہ و اعانت نیز متصور بخلاف مردہ ہائے سوختہ کہ ایں چیزہا اصلاً نسبت بآنہا در اہل مذہب آنہا نیز واقع نیست (تفسیر عزیزی پارہ ۳۰ ص ۵۰)

(ترجمہ) وصال پانے والے اولیاء اور دیگر صلحاء مومنین سے استفادہ اور استعانت جاری و ساری ہے، اور اُن اولیاء و صلحاء سے افادہ اور امداد بھی متصور ہے۔ بخلاف ان مُردوں کے جن کو جلا دیا جاتا ہے۔ کیونکہ ان سے یہ امور اُن کے مذہب میں بھی جائز نہیں ہیں۔

قارئین کرام! شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ کے اِس کلام سے یہ معلوم ہوا کہ اولیاء اللہ سے بعد الوصال استعانت (امداد طلب کرنا) مسلمانوں کی خصوصیت ہے۔ اور امداد و استمداد کا

نہ ہونا یہ کفار کا خاصہ ہے۔

★ یہی شاہ عبدالعزیز صاحب تفسیرِ عزیزی پارہ ۳۰ ص ۱۱۳ پر فرماتے ہیں۔

و بعضے از خواص اولیاء اللہ را کہ آلہ جارحہ تکمیل و ارشاد بنی نوع خود گردانیدہ اند دریں حالت ہم تصرف در دنیا دادہ و استغراق آنہا بہ جہت کمال وسعت مدارک آنہا مانع توجہ بایں سمت نمے گردد۔ و اویسیاں تحصیل کمالات باطنی از آنہا مے نمایند و ارباب حاجات و مطالب حل مشکلات خود از انہا مے طلبند و مے یابند و زبان حال اُنہا در آنوقت بہم ترنم بایں مقالات است۔ مصرعہ "من آیم بجاں گر تو آئی بہ تن"

(ترجمہ) وہ خاص اولیاء اللہ جنہوں نے بنی نوع انسان کی ہدایت کے لیے اپنے آپ کو وقف کیا ہوا ہے۔ وفات کے بعد بھی دنیا میں تصرف کرنے کی طاقت پاتے ہیں۔ اور ان کا امور اخروی میں مستغرق ہونا۔ بسبب وسعت ادراک کے دنیا کی طرف توجہ کرنے سے مانع نہیں ہوتا۔ اویسی سلسلہ کے حضرات اپنے باطنی کمالات ان کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ اور حاجت مند ان سے حاجت طلب کرتے ہیں۔ اور مراد پاتے ہیں۔ اور اُن کی زبان حال اس وقت یوں گویا ہوتی ہے۔ کہ اگر تم بدن سے میری طرف بڑھو گے۔ تو میں روح سے تمہاری طرف پیش قدمی کروں گا۔

غوث الاعظمؓ کا فرمان

غوث الاعظم کے اِس فرمان کو سلف صالحین میں سرکردہ شخصیات نے نقل کیا ہے مثلاً امام ابوالحسن نورالدین نے بہجۃ الاسرار میں، احناف کی مشہور و معروف شخصیت ملا علی قاری نے مرقات شرح مشکوٰۃ میں۔ شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے زبدۃ الآثار میں لکھا ہے کہ شیخ عبدالقادر جیلانیؓ فرماتے ہیں: من استغاث بی فی کربۃ کشفت عنہ ومن نادٰنی باسمی فی شدۃ فرجت عنہ ومن توسل بی الی اللّٰہ تعالٰی عزوجل فی حاجۃ قضیت لہ ومن صلی رکعتین بعد الفاتحۃ سورۃ الاخلاص احدی عشرۃ

مرة ثم يصلي على رسول الله صلى الله عليه وسلم بعد السلام ويسلم وعليه ثم يخطوا الى جهة العراق احدى عشرة خطوية يذكر فيها اسمى يذكر حاجته فانها۔)

(ترجمہ) یعنی جو کسی تکلیف میں مجھ سے فریاد کرے، وہ تکلیف دفع ہو اور جو کسی سختی میں میرا نام لے کر ندا کرے وہ سختی دور ہو۔ اور جو کسی حاجت میں اللہ تعالیٰ کی طرف مجھ سے توسل کرے وہ حاجت بر آئے اور جو دو رکعت نماز ادا کرے ہر رکعت میں بعد فاتحہ کے سورہ اخلاص گیارہ بار پڑھے۔ پھر سلام پھیر کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود و سلام پڑھے پھر عراق کی طرف گیارہ قدم چلے۔ ان میں میرا نام لیتا جائے اور اپنی حاجت یاد کرے، اس کی وہ حاجت روا ہو۔

شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی کا ایک اور فرمان

تفسیر عزیزی سورہ بقر صفحہ ۴۶۰

" افعال عادی الٰہی را مثل بخشیدن فرزند و توسیع رزق و شفا مریض و امثال ذلک را مشرکان نسبت بارواح خبیثہ و اصنام می نمایند و کافر می شوند۔ موحدان از تاثیر اسماء الٰہی یا خواص مخلوقات او مید انند ادویہ و عقاقیر یا دعائے صلحا ربندگان او کہ ہم از جناب او درخواستہ انجاح مطالب میکنند می فہمند و در ایمان ایشان خلل نمی افتد۔"

(ترجمہ) یعنی اللہ کے افعال عادی مثل بیٹا دینے رزق وسیع کرنے بیمار کو شفاء دینے وغیرہ کو مشرکین ارواح خبیثہ اور بتوں کی طرف نسبت کرتے ہیں۔ اور کافر ہو جاتے ہیں۔ اور اہل توحید اللہ کے ناموں کی تاثیر یا اس کی مخلوقات ادویہ وغیرہ کی خاصیت یا اللہ کے نیک بندوں کی دعا کی تاثیر سمجھتے ہیں۔ جو اللہ کی جناب میں درخواست کر کے خلق کی حاجت روائی کراتے ہیں۔ اس اعتقاد سے ان کے ایمان میں کچھ خلل نہیں آتا۔

"وسیلہ" سلف صالحین کی نظر میں

وسیلہ کے متعلق سلف صالحینؒ کے اقوال تو بے شمار ہیں۔ لیکن اختصار کے پیش نظر صرف چیدہ چیدہ قائدین امت مسلمہ کے اقوال درج کرتا ہوں۔

امام غزالیؒ کا فرمان

امام غزالی فرماتے ہیں۔ کہ روضۂ رسول پر حاضر ہونے والا دربار الٰہی میں یوں دعا مانگے۔ "اللّٰھم قصدنا نبیك الیك فی ذنوبنا" یا اللہ ہم نے تیرے نبی کا قصد کیا۔ اور اُن سے درخواست کی کہ ہمارے گناہوں کی بخشش کے لیے تیری بارگاہ میں سفارش فرمائیں۔

اور امام غزالی نے باب کے آخر میں کہا۔

" ولنسائك بمنزلة عندك حقه. لیك" تیری بارگاہ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے "مقام" اور دیئے ہوئے "حق" کے وسیلہ سے سوال کرتا ہوں۔

(احیاء العلوم، باب زیارۃ المدینہ وادابہا، ۲، ۱ص ۳۶۰)

امام نوویؒ کا فرمان

امام نوویؒ۔ م (۶۷۶)

فرماتے ہیں کہ جب تم میں سے ایسا آدمی ہو جس کا زہد و تقویٰ مشہور ہے تو اس کی ذات کے وسیلہ سے بارش طلب کیا کرو۔ اور یوں دعا مانگا کرو۔

اے اللہ! ہم تیرے فلاں مقبول بندے کے وسیلہ سے بارش اور شفاعت طلب کرتے ہیں۔ جس طرح بخاری شریف میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وسیلہ سے بارش طلب فرمائی اور امام بخاری نے یہ بھی فرمایا کہ حضرت معاویہ وغیرہ سے اہل خیر و تقویٰ کے وسیلہ سے بارش طلب کرنا ثابت ہے۔

(کتاب الاذکار، باب الاذکار فی الاستسقاء۔ ص ۱۴۰)

امام ابو عیسیٰ ترمذیؒ کا فرمان

امام ترمذی نے ذوات و اشخاص مسلمین کے توسل کو جائز قرار دیا ہے۔ کیونکہ آپ نے اپنی جامع کے ابواب جہاد میں سے ایک باب کا عنوان ہی یہ قائم فرمایا ہے۔

"باب ما جآء فی الاستفتاح بصعالیک المسلمین"

"اُن احادیث کا بیان، جو مسلم فقراء کے "وسیلہ" سے طلب کرنے کے بابت ہے)

اس باب میں حدیث ابی درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نقل فرمائی ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ "مجھے فقراءِ مدینہ میں تلاش کیا کرو۔ تمہیں اپنے غریب بھائیوں کے وسیلہ سے مدد اور رزق ملتا ہے۔

امام احمد بن حنبلؒ کا فرمان (۲۴۱ھ)

آپ حضرت امام شافعیؒ کو "وسیلہ" بنایا کرتے تھے۔ حتیٰ کہ اُن کے لڑکے عبداللہ کو تعجب ہوا۔ تو امام احمد نے فرمایا۔ امام شافعی لوگوں کے لیے آفتاب اور بدن کے لیے صحت کی مانند تھے۔

علامہ یوسف نبہانی (م ۱۳۵۰ھ) شواہد الحق ص۱۶۶)

امام شافعیؒ کا فرمان (م ۲۰۴ھ)

حافظ ابوبکر بغدادی (م۔ ۴۶۳ھ) جید سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں۔ کہ

امام شافعیؒ جن دنوں بغداد میں تھے۔ حضرت امام ابوحنیفہ کا وسیلہ پکڑا کرتے تھے۔ امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مزار پر آپ حاضر ہوتے اور ان کو سلام کہتے پھر خدا تعالیٰ کی بارگاہ میں اُن کا وسیلہ پیش کرتے اور اپنی کامیابی کے لیے دعا مانگتے۔

(تاریخ ۔۱۔ص ۱۲۳) ۔ علامہ ابن حجر (م ۹۷۳ھ) الخیرات الحسان ص ۶۹ پر امام شافعی کی بابت یہ بھی کہا ہے کہ وہ اہل بیت نبوی کو بھی وسیلہ بنایا کرتے تھے۔ اور یوں دعا مانگا کرتے تھے۔

آلِ نبی میرا ذریعہ نجات ہیں۔ اور وہ دربار الٰہی میں میرا وسیلہ ہیں۔ اُن کی بدولت مجھے اُمید ہے کہ کل قیامت کو میرا نامۂ اعمال دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا۔

حضرت عائشہ الصدیقہؓ کا فرمان

یہ حدیث پاک دارمی شریف، مشکوٰۃ شریف ص۵۴۵ اور الوفا ص۸۰ پر موجود ہے۔

حضرت ابوجوزا سے روایت ہے کہ مدینہ طیبہ ([illegible]) میں سخت قحط پڑ گیا۔ لوگوں نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے شکایت کی۔ آپ نے فرمایا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قبر مبارک کو دیکھ کر اس کے مقابل آسمان کی جانب سوراخ کر دو۔ یہاں تک کہ قبر انور اور آسمان کے درمیان حجاب نہ رہے۔ پس اُنہوں نے ایسا ہی کیا اور اس زور کی بارش ہوئی کہ خوب سبزہ پیدا ہوا اور اونٹ فربہ ہو گئے اور اُن کی چربی پھٹی جاتی تھی اور اس سال کو لوگ خوشحالی کا سال کہنے لگے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

صحیح بخاری شریف میں ہے کہ جب اعرابی آیا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قحط

کی شکایت کی۔ تو آپ نے دعا فرمائی۔ اور آسمان بارش سے پھٹ پڑا۔ آپ نے فرمایا اگر ابوطالب زندہ ہوتے تو اُن کی آنکھیں ٹھنڈی ہوجاتیں۔ ہمیں اُن کا شعر کون سنائے گا؟ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔ شاید آپ ان کے اس شعر کی بابت فرمارہے ہیں۔

وابيض يستسقى الغمام بوجهه   ثمال اليتامى عصمة الارامل

اور وہ حسین، جن کے رُخِ زیبا کے وسیلہ سے بدلیوں سے بارش مانگی جاتی ہے۔ یتیموں کا کفیل، بیواؤں کا محافظ۔ یہ سُن کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا چہرۂ انور کھل اُٹھا۔

علامہ طحطاوی کا فرمان

احناف کے معتبر عالم علامہ طحطاوی اپنی کتاب مراقی الفلاح میں فرماتے ہیں: ذکر لبعض العارفین ان الادب فی التوسل ان یتوسل بالصاحبین الی الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثم الی حضرۃ الحق جل جلالہ وتعاظمت اسمائہ فان مراعاۃ الواسطۃ علیہا مدار قضاء الحاجات۔

(ترجمہ) علامہ طحطاوی فرماتے ہیں کہ توسل کے آداب سے یہ ہے کہ جب آپ جنابِ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مزارِ اقدس پر حاضری دے کر صلوٰۃ وسلام عرض کریں۔ اور اس کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ پر سلام عرض کریں تو پھر آپ کو یہ کرنا مناسب ہے کہ ان دونوں خلفاء کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف وسیلہ بنا کر طلب دعا کریں۔ اور اس کے بعد جناب رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بمعہ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اللہ تعالیٰ کی جناب میں وسیلہ بنا کر دعا مانگیں کیونکہ رسائی قبولیت اور کامیابی کے ساتھ نہیں ہوسکتی۔ جب تک کوئی صحیح واسطہ اور ذریعہ اپنے ہاتھ میں نہ لیا جائے۔ کیونکہ واسطہ کی مراعات پر قضا حاجات کا دارومدار ہے۔

علامہ زرقانی کا فرمان

علامہ زرقانی شرح مواہب الدنیہ جلد ۸ پر لکھتے ہیں۔ اس کا خلاصہ یہ ہے:-

" انبیاء و اولیاء اور ملائکہ کے وسیلہ سے اللہ تعالیٰ کی جناب میں سوال کرنا مستحب ہے"

امام اعظمؒ کا فرمان

حنفیوں کے امام یعنی امام اعظم ابوحنیفہ قصیدہ نعمان میں فرماتے ہیں۔

انا طامع بالجود منك ولم يكن   لابى حنيفة فى الانام سواكا

یارسول اللہ میں حضور کی عطا کا اُمیدوار ہوں۔ اور مخلوق میں ابوحنیفہ کے لیے آپ کے سوا کوئی نہیں۔ معلوم ہوا کہ امام ابوحنیفہؒ حضور علیہ السلام کو اپنا وسیلہ مانتے ہیں۔

امام بوصیریؒ کا فرمان

امام بوصیری قصیدہ بُردہ میں فرماتے ہیں۔

ومن تكن برسول الله نصرته   ان تلقه الاسد فى اجامها بهم

یعنی جس کی مدد رسول اللہ فرمادیں وہ شیروں سے بھی بچ جاتا ہے۔ معلوم ہوا کہ یہ بزرگ بھی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہر مصیبت کے دفع کرنے کا وسیلہ سمجھتے ہیں۔

شیخ عطار فریدالدینؒ کا فرمان

شیخ عطار فریدالدین پندنامہ عطار میں فرماتے ہیں۔

آنکہ آمد نہ فلک معراجِ اُو   انبیاؑ و اولیاؑ محتاجِ اُو

یعنی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ شان والے ہیں کہ نو آسمان کی معراج فرمائی۔ تمام نبی ولی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حاجت مند ہیں۔

معلوم ہوا کہ شیخ عطار حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، سارے نبیوں اور ولیوں کا وسیلہ مانتے ہیں۔

علّامہ جامیؒ کا فرمان

اگر نام محمد را نیا وردے شفیع آدم   نہ آدم یافتے توبہ نہ نوح از غرق نجینا

گر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام کے وسیلہ سے حضرت آدم توبہ نہ کرتے تو اُن کی توبہ قبول نہ ہوتی۔ اگر نوح علیہ السّلام حضور علیہ السّلام کا وسیلہ نہ پکڑتے تو غرق سے نجات نہ پاتے۔

معلوم ہوا کہ مولانا جامیؒ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو قبولِ دعا اور آفات سے بچنے کا وسیلہ سمجھتے ہیں۔

وسیلہ اولیاء اور علماء دیوبند

★ شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحب دیوبندی ایاكَ نعبدُ وایاكَ نستعین کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

" ہاں اگر مقبول بندے کو واسطۂ رحمت الٰہی اور غیر مستقل سمجھ کر استعانت ظاہری اُس سے کرے تو یہ جائز ہے۔ کیونکہ یہ استعانت درحقیقت اللہ ہی سے استعانت ہے۔

★ حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکّی جو پیر و مرشد علماء دیوبند ہیں مثلاً اشرف علی تھانوی، مولوی رشید احمد گنگوہی، حافظ محمد ضامن، محمد قاسم نانوتوی، وغیرہ سب کے پیر و مرشد ہیں۔ (فیصلہ ہفت مسئلہ ص۲۴) پر فرماتے ہیں۔

"اگر شیخ کو متصرف حقیقی سمجھے تو یہ شرک کی طرف لے جانے والی بات ہے۔ ہاں اگر وسیلہ یا ذریعہ جانے .... تو کچھ ہرج نہیں"

★ مولوی رشید احمد گنگوہی دیوبندی فتاویٰ رشیدیہ جلد اوّل ص۱۳ پر لکھتے ہیں۔

"جو شیخ قدس سرہٗ کو متصرف بالذات اور عالم غیب بذاتِ خود جان کر پڑھے گا۔

وہ مشرک ہے۔ اور اِس عقیدہ سے پڑھنا کہ شیخ کو حق تعالیٰ اطلاع کر دیتا ہے۔ اور باذنہٖ تعالیٰ شیخ حاجت برائی کر دیتے ہیں۔ شرک نہیں ہوگا۔

★ قاضی ثناء اللہ پانی پتی ... اپنی کتاب "تذکرۃ الموتیٰ" میں لکھتے ہیں۔

" اولیاء اللہ دوستاں و معتقداں را در دنیا و آخرت مددگاری می فرمایند و دشمناں را ہلاک می نمایند و از ارواح بطریق اویسیت فیض می رسد۔

(ترجمہ) اولیاء اللہ دوستوں اور معتقدین کی دنیا اور آخرت میں امداد فرماتے ہیں اور دشمنوں کو ہلاک کرتے ہیں۔ اور اویسیہ طریقہ پر ارواح سے فیض بھی پہنچتا ہے۔

★ مولانا گل بادشاہ دیوبندی "دعوت الحق" ص۵ پر لکھتے ہیں۔

" باقی رہا مشائخ کی روحانیت سے استفادہ اور ان کے سینوں اور قبروں سے باطنی فیوض کا پہنچنا سو یہ بے شک صحیح ہے۔

★ جب حضرت امداد اللہ صاحب مہاجر مکی (مرشد علماء دیوبند) کے پیر حضرت نور محمد جھنجھانوی کا وقت وصال قریب آیا تو حاجی امداد اللہ صاحب رونے لگے۔ اس پر آپ کے پیر صاحب نے فرمایا۔

" فقیر مرتا نہیں صرف ایک مکان سے دوسرے مکان میں انتقال کرتا ہے۔ فقیر کی قبر سے تمہیں وہی فائدہ ہوگا۔ جو ظاہری زندگی میں ہوتا تھا۔ (امداد المشتاق ص۱۲۳ مرتبہ مولوی اشرف علی تھانوی)

پھر حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی کا فرمان ہے۔

" میں نے حضرت (اپنے مرشد) کی قبر سے وہی فائدہ اٹھایا جو حالتِ حیات میں اُٹھاتا تھا۔ (امداد المشتاق ص۱۱۳ مرتبہ مولوی اشرف علی صاحب تھانوی دیوبندی)

★ شمائم امدادیہ ص۱۰۲ مصنّفہ مولوی اشرف علی تھانوی پر حاجی امداد اللہ صاحب کا ایک ملفوظ موجود ہے۔

"اولیسیہ وہ گروہ ہے کہ کسی بزرگ کی روحانیت سے مستفیض ہوا ہو۔ جیسے حضرت اویس قرنی زیارت جناب رسالت مآب سے معذور رہے۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فیضیاب ہوئے۔ اسی مناسبت سے اولیسیہ اویس سے منسوب کیا گیا۔ جیسا کہ حضرت حافظ صاحب نے روحانیت حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے۔ حضرت ابوالحسن خرقانی نے روحانیت بایزید بسطامی سے حاصل کی کہ سو سال بعد وفات حضرت کے پیدا ہوئے تھے فیضیاب ہوئے۔"

قارئین کرام! معلوم ہوا کہ مرشد علماءِ دیوبند حاجی امداد اللہ صاحب اور حکیم الامت دیوبند مولوی اشرف علی تھانوی بعد از وفات بزرگوں سے فیض لینے کو جائز سمجھتے ہیں۔ اور انہیں اس میں ہرگز کسی قسم کے شرک کا کوئی شبہ نہ تھا۔

ولی اللہ کے وسیلہ سے تقدیر کا بدلنا

جمال الاولیاء صفحہ ۲۰۲ مصنفہ مولوی اشرف علی تھانوی دیوبندی پر موجود ہے۔

"محمد الشعر بینی" شیخ بزرگ ولی صاحبِ کشف بڑے امام اور اولیاء کبار میں سے تھے۔ امام شعرانی کہتے ہیں کہ جب ان کے بیٹے احمد بہت کمزور ہو گئے اور موت کے قریب پہنچ گئے۔ اور حضرت عزرائیل روح قبض کرنے کے لیے آئے تو آپ نے حضرت عزرائیل سے فرمایا۔ اپنے رب کی طرف لوٹ جاؤ۔ اور ان سے رجوع کرو۔ کیونکہ اب یہ معاملہ منسوخ ہو گیا ہے۔ حضرت عزرائیل واپس ہو گئے اور میاں احمد تندرست ہو گئے۔"

★ مولوی رشید احمد گنگوہی دیوبندی فتاویٰ رشیدیہ جلد اوّل صفحہ ۶۴ پر لکھتے ہیں۔

"مشائخ طریقت کے توسل سے دُعا کرنی جائز ہے۔"

مولوی رشید احمد گنگوہی کا قول۔ مکاتیب رشیدیہ صفحہ ۱۲ پر موجود ہے۔

"حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی نے اپنے ایک مخلص، معتقد کو مزار مجدد الف ثانی پر جانے کی اجازت فرمائی۔ اور ساتھ یہ بھی فرمایا۔ مزار اقدس مجددؒ پر حاضر ہو تو کچھ اس

ناکارہ کے واسطے بھی خیال کرنا۔ اور زبانی مزار مبارک پر بہ نشان سلام عرض کر دینا۔"

معلوم ہوا کہ اولیاء اللہ کے مزارات پر جانے سے جب صحیح نیت سے ہو بہت فائدہ پہنچتا ہے۔ اور صاحبِ قبر سلام اور دعا کرنے والے کو جس کی طرف سے سلام و دعا پہنچایا جاتا ہے اور بہ نشانِ نام مثلاً یا مجدد الف ثانی مولوی رشید احمد گنگوہی آپ کو سلام عرض کرتے ہیں

خوش ہوتا ہے۔ اور وہ بھی اس کے حق میں رد سلام و دعا کرتا ہے۔ مولوی رشید احمد گنگوہی کے کلام سے معلوم ہوا کہ اہل اللہ اپنی قبروں میں سُنتے ہیں۔ اور بہ نشان نام پہچان بھی لیتے ہیں۔

★ **المهند والمفند** ۔ یہ وہ کتاب ہے جس کو علماء دیوبند نے متفقہ طور پر جمع کیا اور اس میں انہوں نے اپنے عقیدے کی وضاحت کی۔ پھر اس کے صحیح ہونے کے متعلق انہوں نے علماء حرمین کے دستخط کروائے۔ اس کتاب میں موجود عقائد پر گویا علماء دیوبند کا اجماع ہے۔

سوال: هل للرجل ان يتوسل فی دعواتة بالنبی صلی الله عليه وسلم بعد الوفات ام لا۔ ايجوز التوسل عندكم بالسلف الصالحين من الانبياء والصديقين والشهداء واولياء رب العلمين ام لا۔ ترجمہ، کیا وفات کے بعد جناب رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا توسل پکڑنا دعاؤں میں جائز ہے یا نہیں۔ تمہارے نزدیک سلف صالحین یعنی انبیاء، صدیقین شہداء و اولیاء کا توسل بھی جائز ہے یا ناجائز۔

جواب: عندنا وعند مشائخنا يجوز التوسل فی الدعوات بالانبياء والصالحين من الاولياء والشهداء والصديقين فی حيوتهم وبعد وفاتهم بان يقول فی دعائه اللهم انی اتوسل اليك بفلان ان تجيب دعوتی۔ وتقضی حاجتی الی

(غیر ذلک کما صرح به شیخنا و مولانا الشاہ محمد اسحٰق الدھلوی ثم المہاجر المکی ثم بینہا فی فتاواہ شیخنا و مولانا رشید احمد گنگوھی و ہی ہٰذا الزمان شائعۃ مستفیضۃ بایدی الناس وھذہ المسئلۃ مذکورۃ علی صـ۹۳ من الجلد الاوّل منہا فلیراجع الیہا من شاء)

(ترجمہ) ہمارے نزدیک اور ہمارے مشائخ کے نزدیک دعاؤں میں انبیاء صلحاء و اولیاء و شہداء و صدیقین کا توسل جائز ہے۔ ان کی حیات میں یا بعد وفات بایں طور کے کہے کہ یا اللہ میں بوسیلہ فلاں بزرگ کے تجھ سے دُعا کی قبولیت و حاجت براری چاہتا ہوں۔ اِسی جیسے اور کلمات کہے۔ چنانچہ اس کی تصریح فرمائی ہے۔ ہمارے شیخ مولانا شاہ محمد اسحٰق محدث دہلوی ثم المکی نے پھر مولانا رشید احمد گنگوہی نے بھی اپنے فتاویٰ میں اس کو بیان کیا ہے۔ جو چھپا ہوا ہے اور آج کل لوگوں کے ہاتھوں میں موجود ہے۔ اور یہ مسئلہ اس کی پہلی جلد صـ۹۳ پر مذکور ہے۔ جس کا جی چاہے دیکھ لے۔

★ دیوبندیوں کے شیخ الہند مولوی محمود الحسن صاحب اپنے مرشد مولوی رشید احمد گنگوہی کے مرثیے میں لکھتے ہیں ؎

حوائج دین و دنیا کے کہاں لے جائیں ہم یارب
.....گیا وہ قبلہ حاجات روحانی و جسمانی
خدا ان کا مربی تھا وہ مربی تھے خلائق کے
میرے مولا میرے ہادی تھے بے شک شیخ ربانی

مولوی محمود الحسن صاحب اپنے مرشد کو جسمانی و روحانی حاجت روا اور خلقت کا مربی مانتے ہیں۔ اس سے بڑھ کر وسیلہ کا ثبوت اور کیا ہو سکتا ہے۔

★ مولوی اشرف علی تھانوی دیوبندی اپنی کتاب نیل الشفاء بنعل المصطفٰے میں فرماتے ہیں کہ "فی زمانہ کثرت معاصی کی وجہ سے ہم پر بَلیّات کا ہجوم ہے اور دل و زبان کی کیفیت خراب ہونے کی وجہ سے توبہ استغفار قبول نہیں، البتہ اگر کوئی وسیلہ

قوی ہو تو اس کی برکت سے حضور قلب بھی میسّر ہو سکتا ہے۔ اور اُمید قبول بھی ہے منجملہ ان وسائل کے بہ تجربہ بزرگان نقشہ نعل مقدسہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہایت قوی البرکت اور سریع الاثر پایا گیا ہے۔" پھر آگے اِسی کتاب میں نقشہ نعلین پاک سے وسیلہ پکڑنے کا طریقہ یوں بیان کرتے ہیں کہ "اس نقشہ کو سر پر رکھے اور بتضرع تمام جناب باری میں عرض کرے کہ الٰہی جس پیغمبر کے نقشہ نعل شریف کو سر پر لیے ہوئے ہوں۔ میں ان کا ادنیٰ درجے کا غلام ہوں۔ الٰہی اسی نسبت غلامی پر نظر فرما کر برکت دے۔ اسی نقشہ نعل شریف کے میری فلاں حاجت پوری فرما۔ پھر فرماتے ہیں۔ پھر سر سے اتار کر اپنے چہرے پر ملے اور بہت سے بوسے دے۔

★ مولوی حسین احمد مدنی صدر مدرس دارالعلوم دیوبند اپنی کتاب الشہاب الثاقب صـ۵۷ پر اپنے اکابرین کا وسیلہ کے متعلق عقیدہ تحریر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "مولانا گنگوہی اپنے متوسلین کو ہمیشہ توسل اولیاء طریقت کا ارشاد فرماتے رہے۔ اور شجرہ طیّبہ خاندان چشتیہ قدوسیہ امدادیہ ان کو عطا فرماتے تھے۔ جس میں یہ الفاظ ہوتے تھے۔ الٰہی بحرمت سیدنا و مولانا فلاں بن فلاں الخ۔"

★ مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی بانی دارالعلوم دیوبند قصائد قاسمی صـ پر فرماتے ہیں۔

کرم اے کرم احمدی کہ تیرے سوا
نہیں ہے قاسم بےکس کا کوئی حامی کار

★ مولانا بادشاہ گل صاحب بخاری جو کہ دیوبندیوں کے اکابرین میں شمار ہوتے ہیں۔ اور ان کو دہ مفسر قرآن اور شارح حدیث اور شیخ الجامعہ کے القابات سے نوازتے ہیں۔ انہوں نے توسیلہ انبیاء و اولیاء پر ایک مکمل کتاب لکھی ہے جو کہ دارالتصنیف جامعہ اسلامیہ اکوڑہ خٹک نے شائع کی ہے۔ اور آج بھی ملتی ہے اِسکا نام کتاب الوسیلہ ہے

★ مولانا عبدالحئی لکھنوی دیوبندی جن کو علماء دیوبند اپنے اکابرین میں شمار کرتے ہیں۔ مجموعۃ الفتاوی؍جلد ثالث ص۲۳ پر فرماتے ہیں۔ کہ ایک توجیہ اور معنی اس قول کا (اذا تحیرتم فی الامور فاستعینوا باصحاب القبور) یہ بھی ہے "وقتیکہ متحیر شوید در امور وکار برآری شما نشود پس دعائے انجاح مرام بوسیلہ اصحاب قبور رسانید۔ وایشاں را وسیلہ گردانیدہ ازجناب باری تعالیٰ دعا سازید تا ببرکت ایشاں بدرجہ قبول رسد"

ترجمہ ۔

جس وقت تم امور میں حیران ہوا اور تمہاری مقصد برآری نہ ہو رہی ہو۔ تو حصول مقصود کے لیے اصحاب قبور کے وسیلہ سے دعا کرو۔ انکو وسیلہ بنا کر اللہ تعالیٰ سے دعا کرو تاکہ اُنکی برکت سے دعا قبول ہو۔

★ مولوی حسین احمد مدنی کا قول۔ مکتوبات شیخ الاسلام حصہ اوّل ص۱۲۹ پر موجود ہے۔ آپ لکھتے ہیں۔"حافظ ابن تیمیہ کا مسلک حضوریٔ مدینہ کے بارے میں مرجوع بالکل غلط مسلک ہے۔ مدینہ منورہ کی حاضری محض جناب سرورِ کائنات علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی زیارت اور آپ کے توسل کی غرض سے ہونی چاہیئے۔ بلکہ حیات نہ صرف روحانی ہے جوکہ عام مومنین وشہداء کو حاصل ہے بلکہ جسمانی بھی ہے۔ اور از قبیل حیات دنیوی بلکہ بہت سے وجوہ سے اس سے قوی تر ہے۔ آپ سے توسل نہ صرف وجود ظاہری کے زمانہ میں کیا جاتا تھا۔ بلکہ برزخی وجود میں بھی کیا جانا چاہیئے۔ محبوب حقیقی تک وصال اور اس کی رضا صرف آپ ہی کے ذریعے اور وسیلے سے ہو سکتی ہے۔ اس وجہ سے میرے نزدیک یہی ہے کہ حج سے پہلے مدینہ منورہ جانا چاہیئے۔ اور آپ کے توسل سے نعمت قبولیت حج وعمرہ کے حصول کی کوشش کرنی چاہیئے۔ خواہ مسجد کی نیت کر لی جائے

خواہ نہ۔ مگر اولیٰ یہی ہے کہ صرف جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زیارت کی نیت کی جائے۔ تاکہ لا تعملہ الا زیارتی والی روایت پر عمل ہو جائے۔"

★ مولوی اسماعیل دہلوی اور سید احمد بریلوی کا عقیدہ۔ (صراط مستقیم ص۲۴۲)

اسماعیل دہلوی متوفی ۱۲۴۸ھ اپنے شیخ سید احمد کی شان میں لکھتے ہیں۔

"اور آنجناب ہدایت مآب کی توجہات کے لیے یمن سے جناب حضرت غوث الثقلین اور جناب حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبندی کی روح مقدس آپ کی متوجہ حال ہوئیں اور قریباً ایک ماہ تک آپ کے حق میں ہر دو روحیں مقدس کے مابین فی الجملہ تنازع رہا کیونکہ ہر ایک ان دونوں عالی مقاموں میں سے امر کا تقاضا کرتا تھا۔ کہ آپ کو بتمامہ اپنی طرف جذب کرے تاآنکہ تنازع کا زمانہ گزارنے اور شرکت پر صلح کے واقع ہونے کے بعد ایک دن ہر دو مقدس روحیں آپ پر جلوہ گر ہوئیں اور قریباً ایک پہر کے عرصہ تک وہ دونوں امام آپ کے نفسِ نفیس پر توجّہ قوی اور پُر زور اثر ڈالتے رہے پس اسی ایک پہر میں ہر دو طریقہ کی نسبت آپ کو نصیب ہوئی۔ اور نسبتِ چشتیہ کا بیان اس طرح ہے۔

کہ ایک دن آپ حضرت خواجہ خواجگان خواجہ قطب الاقطاب بختیار کاکی قدس سرہ العزیز کی مرقد منورہ کی طرف تشریف لے گئے۔ اور ان کی مرقد مبارک پر مراقب ہو کر بیٹھ گئے اسی اثناء میں ان کی روح پُر فتوح سے آپ کی ملاقات ہوئی۔ اور آنجناب یعنی حضرت قطب الاقطاب نے آپ پر نہایت قوی توجّہ کی۔ اس توجّہ کے سبب سے ابتدائً حصول نسبت چشتیہ کا ثابت ہو گیا۔

اِس اقتباس سے مندرجہ ذیل فوائد حاصل ہوتے۔

(۱) غوث کے معنی ہیں فریاد رس۔ اور اس عبارت میں اسماعیل دہلوی نے شیخ عبدالقادر جیلانی رحؒ قدس سرہ العزیز کی ذات پر غوث الثقلین کا اطلاق کیا ہے۔ جس کا مطلب ہے کہ اسماعیل دہلوی نے مان لیا کہ شیخ قدس سرہ تمام جن وانس کے فریاد رس ہیں۔ اور

ہر شخص جب انہیں مصیبت میں پکارے تو اس کی فریاد کو پہنچتے ہیں۔

(۲) اس عبارت میں اس بات کی تصریح ہے کہ اولیاء اللہ کی ارواح جہاں میں تصرف کرتی ہیں۔ چنانچہ حضرت غوث اعظم اور حضرت خواجہ بہاؤالدین قدس سرہما نے سید احمد کے قلب پر تصرف کیا۔

(۳) اس عبارت میں اس بات کی بھی تصریح ہے کہ اولیاء اللہ کی قبر سے کسب فیض کرنا اور ان سے مدد چاہنا جائز ہے۔ چنانچہ تمام اہل دیوبند کے مقتداء سید احمد بریلوی فیض حاصل کرنے کے لیے خواجہ بختیار کاکی کے مرقد انور کی طرف چل کر گئے ان سے فیض مانگا۔ اور بقول اسماعیل دہلوی سید احمد نے خواجہ قدس سرہ سے فیضان کی بھیک مانگی۔

ابن قیم کا فرمان

وہابیوں کے امام ابن قیم اپنی کتاب زاد المعاد جلد اول ص۲۸ پر لکھتے ہیں۔ کہ

"دنیاوی کامیابی ہو یا اخروی سعادت مکمل طور پر انبیاء و رسل کے ہاتھوں میں ہے"

علامہ وحید الزمان کا عقیدہ

علامہ وحید الزمان (م۔ ۱۳۳۸ھ) نے اپنی کتاب "ہدیۃ المہدی" ص۴۷ پر علامہ شوکانی، اسحاق دہلوی اور اسماعیل دہلوی کا کلام نقل کرنے کے بعد کہا۔ ہمارے بزرگوں میں سے شوکانی نے کہا۔

"شیخ عزالدین بن عبدالسلام کا خیال ہے کہ صرف نبی کو ہی وسیلہ بنانا جائز ہے۔ لیکن اس تخصیص کی کوئی وجہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے دربار میں اہل علم و فضل کو وسیلہ بنانا دراصل ان کے نزدیک نیک اعمال اور عمدہ صفات کو وسیلہ بنانا ہے۔"

دوسرے مقام پر شوکانی کہتے ہیں کہ "انبیاء، اولیاء اور علماء میں سے کسی نبی، ولی

اور عالم کو وسیلہ بنانے میں کوئی حرج نہیں اور جو شخص کسی قبر کے پاس آئے اور صاحب قبر کے وسیلہ سے اللہ سے دعا مانگتے ہوئے کہے۔

"اے اللہ تو مجھے اس بیماری میں شفا دے اور میں تیرے دربار میں اس نیک بندے کو وسیلہ پیش کرتا ہوں" ایسا کرنا بلاشک و شبہ جائز ہے۔

علامہ وحید الزمان مزید لکھتے ہیں۔ کہ ہمارے شیخ الشیخ مولانا اسحاق نے اپنی کتاب مائۃ مسائل میں یوں کہا ہے۔ " ماہ حرام، مشعر عظام اور حضور علیہ السلام کی قبر مبارک کی حرمت، کے وسیلے سے فتح حاصل ہونے کی دعا کرنا جائز ہے۔ اور مولانا اسماعیل دہلوی نے اپنی کتاب "تقویۃ" میں کہا ہے کہ یوں دعا مانگنا جائز ہے۔

کہ اے اللہ! میں تجھ سے فلاں ولی کے وسیلہ سے دعا کرتا ہوں۔

مقام غور! لمحہ فکریہ ہے اُن نام نہاد دیوبندیوں کے لیے جو اکابرین دیوبند کے وسیلہ کے قائل ہونے کے باوجود بھی وسیلہ کے انکار پر ہی ڈٹے ہوئے ہیں۔

وسیلہ پر اعتراضات کا جواب

اعتراض: کافر بتوں سے امداد اور سفارش طلب کرنے کی وجہ سے مشرک ٹھہرائے جاتے ہیں۔ تو پھر تم اہلسنت وجماعت قبر والوں سے امداد اور شفاعت طلب کرنے کی وجہ سے مشرک کیوں نہیں ٹھہرتے؟ اور جیسا اہل قبور سے تمہارا مقصود و مراد ہے۔ ویسے ہی کافر بتوں (کالکا اور کنہیا) کی تصویروں سے ہے پھر فرق کیا ٹھہرا؟

جواب: اس کا جواب شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی؟ فتاوی عزیزی پر دیتے ہیں۔

اس سوال میں چند جگہ اشتباہ واقع ہوا ہے۔ اُس سے خبردار رہنا چاہیئے تاکہ اللہ کے فضل سے سوال کا جواب اچھی طرح سمجھ میں آئے۔ مدد چاہنا اور چیز ہے اور

پرستش دوسری چیز ہے۔ عام مسلمان بھی اہل قبور سے مدد چاہتے ہیں۔ اور پرستش نہیں کرتے۔ بُت پرست مدد بھی چاہتے ہیں اور پرستش بھی کرتے ہیں۔ پرستش یہ ہے کہ سجدہ کرے یا طواف کرے یا اُس کے نام کو بطریق تقرب ورد کرے یا اپنے آپ کو اُس کا پجاری کہے۔ اگر کوئی جاہل مسلمان اہل قبور کے ساتھ بھی ایسا کرے تو فوراً کافر ہو جائے گا۔ دوسرا مدد چاہنا دو طور پر ہوتا ہے۔ ایک یہ کہ ایک مخلوق دوسری مخلوق سے مدد چاہے جیسے اُمراء بادشاہ سے نوکر اور فقراء بھی مدد چاہتے ہیں۔ اور عوام النّاس اولیاء سے چاہتے ہیں کہ جناب الٰہی میں ہماری حاجت عرض کیجیے۔ اِس طرح کی مدد شرع میں زندہ اور مُردہ دونوں سے جائز ہے۔ دوسرا طریقہ مدد چاہنے کا یہ ہے کہ جو چیزیں بالاستقلال ذاتی طور پر جناب الٰہی کے ساتھ خاص ہیں۔ جیسے بیٹا دینا۔ مینہ برسانا۔ یا بیماری دُور کرنا۔ یا عمر دراز کرنا۔ وغیرہ کسی مخلوق سے چاہے اور اللہ تعالیٰ سے دُعا سوال کرنا نیت میں نہ ہو (یعنی یہ سمجھے کہ یہ چیزیں یہ بزرگ خدا کی عطا کے بغیر اپنے طور پر دے دیں گے) اس طرح کی مدد چاہنا حرام مطلق بلکہ کفر ہے۔ اور اگر کوئی مسلمان کسی زندہ یا مردہ سے اِس قسم کی مدد چاہے تو اسلام سے خارج ہو جائے گا۔ بخلاف بُت پرستوں کے کہ وہ اپنے معبودان باطل سے اس قسم کی مدد چاہتے ہیں۔ اور اُس کو جائز سمجھتے ہیں۔ اور اگر بُت پرست یہ کہے کہ وہ بھی اپنے بتوں سے محض شفاعت چاہتے ہیں۔ بڑے دھوکے اور فریب کی بات ہے۔ اِس لیے کہ بت پرست ہرگز شفاعت نہیں چاہتے۔ بلکہ شفاعت کے معنی تک نہیں جانتے۔ اُن کے دلوں میں شفاعت کا تصوّر تک نہیں ہوتا۔ شفاعت کے معنی سفارش ہیں۔ سفارش یہ ہے کہ کوئی شخص دوسرے کے مطلب کو کسی اور کی خدمت میں عرض کرے۔ اور بُت پرست اپنے مطالب کی درخواست کے وقت یہ نہیں سمجھتے کہ بُت پروردگار کے حضور میں ہماری سفارش کر دیں گے۔ اور ہماری مراد پوری کرا دیں گے۔ بلکہ خاص

اپنے بتوں سے مطالب کی درخواست کرتے ہیں۔ اور بعض لوگوں کا یہ کہنا کہ بُت پرستوں کا اپنے بتوں سے جو مقصود ہوتا ہے۔ وہی تمہارا اہل قبور سے ہے۔ یہ بات بالکل غلط در غلط ہے۔ اِس لیے کہ جو جسم قبر میں دفن ہیں۔ اُن کی ارواح کو اُن کے ساتھ تعلّق ضرور ہوتا ہے۔ اِس لیے کہ وہ روحیں مدّت دراز تک ان جسموں میں رہی ہیں۔ اور بُت پرست اپنے معبودوں کی قبروں کی تعظیم نہیں کرتے بلکہ اپنی طرف سے تصویریں، پتّھر، درخت اور دریا قرار دیتے ہیں۔ کہ فلاں کی صورت ہے بغیر اس کے کہ ان چیزوں کو ان کی روحوں کے ساتھ کچھ بھی تعلّق ہو۔ یا اُن کے بدن وہاں جلے ہوں۔ اِس افترائی قرار داد میں کچھ بھی اثر نہیں۔ ہاں بندوں کا حاجت روا خالق اکبر ہے جو اپنی رحمانیت سے ان کی مرادیں پوری کر دیتا ہے۔ بلکہ اہل اسلام کے قاعدے کے مطابق اہل قبور سے مانگنے والے کو بھی اللہ ہی دیتا ہے۔ اور اہل قبور سے مدد چاہنے اور ستیلا اور مسانی کے پوجنے میں کئی وجہ سے فرق ہے۔ اوّل یہ کہ اہل قبور صالحین اور بزرگ لوگ ہیں۔ جن کے حالات خوب معلوم ہیں۔ اور ستیلا اور مسانی محض وہمی جن کی نسبت یہ بھی معلوم نہیں کہ وہ کبھی تھے۔ بلکہ ظاہراً معلوم ہے کہ یہ سب ان لوگوں کی خیال بندی ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ ستیلا اور مسانی کو اگر فرض بھی کیا جائے کہ وہ کبھی تھے تو وہ خبیث ارواح اور شیطانی وجود ہوں گے۔ جنہوں نے خلق کی ایذا پر کمر باندھ رکھی ہے۔ (جیسا کہ ہندوؤں کے اعتقاد سے ظاہر ہے) ان کو انبیاء و اولیاء کی پاک روحوں سے کیا مناسبت؟ تیسری بات یہ ہے کہ اہل قبر سے مدد چاہنا بطریق دعا کے ہے کہ جناب الٰہی میں عرض کر کے ہماری حاجت روائی کرا دیجیے۔ اور بتوں وغیرہ کی پرستش اِس اعتقاد کی بناء پر ہے کہ وہ قادر مستقل ہیں اور یہ اعتقاد کفر خالص ہے۔

اعتراض: کیا رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمہاری پکار کو سُنتے ہیں؟

جواب: انبیاء کی طاقت کو اپنی طاقت پر قیاس کرنا بیوقوفی و جہالت ہے۔

اگر حضرت سلیمان علیہ السلام کئی میل دُور سے چیونٹی کی آواز سُن سکتے ہیں تو ہمارے آقا و مولیٰ جو سب انبیاء سے زیادہ علم و اختیار رکھتے ہیں۔ دُور سے اپنے اُمتیوں کی پکار کو کیوں نہیں سُن سکتے ہیں؟ علامہ ابن قیّم جن کو وہابی دیوبندی اپنا امام مانتے ہیں۔ لکھتے ہیں۔ **جلاالافہام ص۳۷** مصنفہ ابن قیّم "کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم فرماتے ہیں کوئی کہیں سے درود شریف پڑھے مجھے اُس کی ہر آواز پہنچتی ہے۔ یہ دستور بعد از وفات بھی رہے گا"۔ انیس الجلیس ص۲۲۲ مصنفہ امام جلال الدین سیوطیؒ۔ "حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا میں تمہارا درود بلا واسطہ سُنتا ہوں۔ جب حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم اُمت کا درود سُنتے ہیں۔ تو اُمت کی پکار کیوں نہیں سُنتے؟"

مولوی عبدالحیّ صاحب لکھنوی دیوبندی فتاویٰ عبدالحیّ جلد اوّل میں ایک حدیث نقل کرتے ہیں۔ "لوحِ محفوظ پر قلم چلتا تھا تو میں اس کی آواز کو سُنتا تھا۔ حالانکہ میں شکمِ مادر میں تھا۔ اور فرشتے عرش کے نیچے پروردگار کی تسبیح کرتے تھے اور میں اُن کی تسبیح کی آواز سُنتا تھا۔ حالانکہ میں شکمِ مادر میں تھا۔" مقامِ غور ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم شکمِ مادر میں فرشتوں کی تسبیح کی آواز سُن سکتے ہیں۔ تو اب ہماری پکار کو بھی سُن سکتے ہیں۔

اعتراض : رب تعالیٰ فرماتا ہے وَمَا لَکُم مِن دُونِ اللّٰہِ مِن وَّلِیٍّ وَلا نَصِیر۔ یعنی تمہارا مددگار خدا کے سوا کوئی نہیں۔ معلوم ہوا کہ رب تعالیٰ مددگار ہے اور کسی کو وسیلہ ماننا ایک طرح کا مددگار ماننا ہے یہ شرک ہے۔

جواب : یہاں من دون اللّٰہ سے مراد خدا کے مقابل امداد کرنے والے ہیں جیسے کفار سمجھتے ہیں کہ بُت وغیرہ اُن کی خدا کے مقابلے میں امداد کرتے ہیں۔ من دون اللّٰہ یعنی بتوں وغیرہ سے امداد کی امید رکھنا اور چیز ہے اور ولی اللّٰہ سے امداد طلب کرنا اور بات ہے۔ کیونکہ من دون اللّٰہ کے متعلق ارشادِ ربانی ہے انکم وما تعبدون

من دون اللّٰہ حصب جھنّم (کہ اے کافرو تم اور جن کی تم پوجا کرتے ہو اللّٰہ کے ماسوا وہ جہنّم کا ایندھن ہیں) اور ادھر اولیاء اللّٰہ کے متعلق فرمایا الا اِنَّ اولیاء اللّٰہ لاخوفٌ علیھم ولا ھُم یحزنون (تحقیق اولیاء اللّٰہ کو نہ کوئی خوف نہ کوئی ڈر ہے) الاخلاء یومئذٍ بعضھم لبعض الا المتقین ۔ اس دن (قیامت کو) سارے دوست دشمن بن جائیں گے مگر پرہیزگار (ولی اللّٰہ) نیز اگر وما لکم من دون اللّٰہ من ولی ولا نصیر سے یہ مراد لیا جائے کہ خدا کے بغیر خدا کے مقبول بندے بھی مددگار نہیں تو پھر قرآن کریم میں تعارض لازم آجائے گا کیونکہ اسی قرآن میں رب العزّت نے ارشاد فرمایا، انما ولیکم اللّٰہ ورسولہٗ والذین اٰمنوا الذین یقیمون الصّلوٰۃ ویؤتون الزکٰوۃ۔ یعنی اے مسلمانوں تمہارے مددگار اللّٰہ اور اس کا رسول اور وہ لوگ جو ایمان لائے نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں۔ یہاں اللّٰہ کے علاوہ اس کے رسول اور صالح بندوں کو مسلمانوں کا مددگار ٹھہرایا گیا۔ اگر خدا کے بغیر کسی مقبول بارگاہِ الٰہی کو بھی اللّٰہ تعالیٰ کی دی ہوئی طاقت سے مددگار ماننا شرک ہوتا تو پھر قرآن کریم کیوں اس شرک کی تعلیم دیتا۔ اس کے علاوہ دوسری جگہ ارشادِ ربانی ہے۔ مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں بعض بعض کے مددگار ہیں اگر اللّٰہ کے بغیر کسی کو مددگار ماننا شرک ہوتا تو اللّٰہ تعالیٰ ہرگز ہرگز یہ نہ فرماتا مسلمان مرد اور عورتیں بعض بعض کے مددگار ہیں۔ معلوم ہوا کہ اللّٰہ کے بغیر اللّٰہ کی دی ہوئی طاقت سے کسی نبی، ولی یا کسی مومن کو اپنا مددگار ماننا ہرگز کوئی شرک نہیں ہاں خدا تعالیٰ کے مقابلے میں کسی کو مستقل اور متصرف بالذات سمجھ کر مددگار کہنا بے شک شرک ہوتا ہے۔

اعتراض : نبی، ولی کے وسیلہ سے کسی کو کچھ فائدہ نہیں ہو سکتا اگر فائدہ ہوتا تو حضرت نوح علیہ السلام اپنے بیٹے کو کیوں نہ بچاتے؟

جواب : بعض لوگ کہتے ہیں کہ اگر پیغمبر کی دعا کا کچھ فائدہ ہوتا تو حضرت نوح علیہ السلام

نے اپنے بیٹے کے لیے جو دعا فرمائی تھی وہ کیوں مقبول نہ ہوتی۔ ان جاہلوں کو اتنا بھی پتہ نہیں کہ نوح علیہ السلام کے زمانے میں عالمگیر عذاب کس کی دعا سے آیا تھا۔ حضرت نوح علیہ السلام نے دعا فرمائی۔ رب لا تذر علی الارض من الکافرین دیارا۔ اے اللہ زمین پر کافروں کا کوئی گھر بھی نہ چھوڑ۔ تو اللہ رب العزت نے نوح علیہ السلام کی دعا کو شرف قبولیت بخشتے ہوئے فرمایا کہ اے نوح تو کشتی تیار کر اور میرا عذاب جلد آنے والا ہے جو تمہاری کشتی پر سوار ہو جائے گا وہ بچ جائے گا جو نہیں سوار ہو گا وہ مارا جائے گا تو حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹے سے فرمایا یا بنی ارکب معنا۔ ولا تکن مع الکفرین۔ میرے ساتھ کشتی میں سوار ہو جا اور کافروں کی صحبت اختیار نہ کر۔" لیکن اس نے آپ کے وسیلہ اور معیت سے انکار کرتے ہوئے کافروں کے ساتھ مل گیا اور پیغمبر علیہ السلام کے وسیلہ پر پہاڑ کو ترجیح دیتے ہوئے کہا کہ ساٰوی الی الجبل یعصمنی من الماء۔ میں پہاڑ کی پناہ لوں گا اور وہ مجھے پانی کے عذاب سے بچالے گا۔ تو اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کو اس کے حق میں فرمایا کہ کافروں کی معیت کی وجہ سے تمہاری اہل سے نہیں رہا۔ یا نوح لیس من اھلک۔

مقصد یہ کہ اس وقت دو گروہ تھے ایک گروہ مسلمانوں کا جو نوح علیہ السلام کے وسیلہ اور برکت اور دعا کی وجہ سے عذاب الٰہی سے نجات حاصل کرنے والے تھے۔ اور دوسرا گروہ کافروں کا تھا جو نوح علیہ السلام کی بد دعا کی وجہ سے عذاب میں مبتلا ہونے والے تھے تو وہ بیٹا خود عذاب الٰہی سے نجات پانے والوں کے گروہ سے نکل کر معذبین کے گروہ میں شامل ہو کر مستحق عذاب ہو گیا نہ یہ کہ جناب نوح علیہ السلام کی دعا میں اثر نہیں تھا۔

اعتراض: بعض لوگ اَلصّلٰوۃ والسّلام علیک یا رسول اللہ اور یا شیخ عبد القادر جیلانی کہنے سے منع کرتے ہیں کہ یہ ندا بالغیب ہے اور اللہ تعالیٰ کے ماسوا کسی کو غائبانہ طور پر پکارنا شرک ہے اور دلیل آیت کریمہ من اضل ممن یدعون من دون اللہ اس سے بڑا گمراہ کون ہے جو پکارتا ہے اللہ کے ماسوا کو۔

جواب: اس آیت میں یدعون بمعنی یعبدون (عبادت کرتا ہے) ہے تو جو شخص بھی اللہ تعالیٰ کے ماسوا کسی کی عبادت کرتا ہے وہ یقیناً گمراہ ہے۔ اور اگر کوئی کہے کہ نہیں یعبدون کا معنیٰ پکارنا ہے۔

تو ہم کہتے ہیں کہ اگر آیت کا مطلب یہ ہے کہ غیر اللہ کو پکارنے والا گمراہ ہے۔ تو پھر چاہیئے کہ زید اگر عمر کو پکارے تو گمراہ ہو جائے۔ اور اگر عمر خالد کو پکارے تو گمراہ ہو جائے۔ اور اگر کوئی کہے کہ یہاں دُور سے پکارنا مراد ہے۔ یعنی جو اللہ کے ماسوا کسی کو دُور سے پکارے وہ گمراہ ہے۔ تو یہ سراسر غلط ہے۔ کیونکہ اگر غیر اللہ کو دُور سے پکارنا شرک ہوتا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ یہ حکم نہ دیتا کہ اذن فی الناس بالحج یاتوک رجالا (لوگوں میں حج کی عام ندا کرو کہ تیرے پاس حاضر ہوں گے) حضرت ابراہیم علیہ السلام غیر اللہ کو دُور سے پکار رہے ہیں۔ اور پکارنے کا حکم بھی خود خدا دے رہا ہے۔ اور جن کو پکارا جا رہا تھا اُن میں سے بعض تو انتہائی دُور یعنی دوسرے عالم میں تھے۔ بعض اپنے ماؤں کے رحموں میں اور بعض اپنے باپ کے صُلبوں میں تھے۔ اور بعض عالم ارواح میں تھے۔ اگر غیر اللہ کو دُور سے پکارنا شرک ہے اور گمراہی ہے تو پھر کیا خدا اپنے خلیل کو شرکیہ فعل کرنے کا حکم دے رہا ہے۔ اور اگر کوئی کہے کہ صرف مُردوں کو پکارنا گمراہی و شرک ہے تو یہ بھی غلط ہے۔ کیونکہ اگر مُردوں کو پکارنا شرک ہوتا تو اللہ رب العزت حضرت ابراہیم علیہ السّلام کو مُردہ پرندوں کو پکارنے کا حکم نہ دیتا۔ فادعھن یاتینک سعیا۔ تو معلوم ہوا مُردوں کو پکارنا بھی شرک نہیں۔ اور اگر کوئی کہے کہ غائبانہ طور پر حاجات میں پکارنا شرک ہے تو یہ بھی سراسر غلط ہے۔ کیونکہ حدیث شریف ہے۔ جو مشکوٰۃ شریف، تفسیر کبیر جلد اول ص ۱۶۳ پر موجود ہے۔ "حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم سے کوئی شخص جنگل میں مصیبت کا شکار ہو تو ندا کرے اے اللہ کے بندو میری مدد کرو۔ اے اللہ کے بندو میری مدد کرو۔ اے اللہ کے بندو میری

مدد کرو،" اگر غائبانہ طور پر حاجات میں پکارنا شرک ہوتا تو سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کبھی شرک کا حکم نہ دیتے۔ اس کے علاوہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت ساریہ رضی اللہ عنہ کو غائبانہ طور پر دُور سے حاجت میں پکارا۔ اگر اس طرح پکارنا شرک ہے تو کیا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے شرکیہ فعل کیا نعوذ باللہ۔ تو معلوم ہوا کہ، دُور سے پکارنا یا مُردوں کو پکارنا یا غائبانہ طور پر حاجت میں پکارنا شرک نہیں، تو پھر مندرجہ بالا آیت کا صحیح مطلب یہ ہے کہ غیر اللہ کی عبادت سے منع کیا جارہا ہے اور آیت کریمہ میں غیر اللہ کی عبادت کرنے والے کو گمراہ کہا گیا ہے۔ اور اگر بالفرض اس آیت میں یدعون سے مراد پکارنا ہی لیا جائے تو پھر بھی غیر اللہ کی ہر پکار تو شرک نہیں ہوسکتی جیسا کہ ہم پہلے عرض کر چکے ہیں۔ غیر اللہ کو مستقل اور متصرف بالذات سمجھ کر پکارنا شرک ہے۔ اور آیت کریمہ میں صرف اسی قسم کی پکار سے منع کیا جارہا ہے۔ پھر آیت کا معنیٰ یوں ہوگا "اس سے بڑا گمراہ کون ہے جو اللہ کے ماسوا کو مستقل اور متصرف بالذات سمجھ کر پکارتا ہے۔"

کوئی مسلمان بھی ایسا نہیں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا حضرت پیران پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو مستقل اور متصرف بالذات سمجھ کر پکارے تو خلاصہ یہ ہے کہ غیر اللہ کی عبادت یا غیر اللہ کو مستقل اور متصرف بالذات سمجھ کر پکارنا شرک ہے۔ یہ بات میں اپنی جانب سے نہیں کہہ رہا بلکہ علماء دیوبند کے پیرو مرشد اور اُستاد الکل مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی فتاویٰ رشیدیہ جلد اول ص ۳۱ پر یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً للہ کے پڑھنے کے متعلق سوال کے جواب میں لکھتے ہیں

"جو شیخ قدس سرہٗ کو متصرف بالذات اور عالم غیب بذات خود جان کر پڑھے گا وہ مشرک ہے اور اس عقیدہ سے پڑھنا کہ شیخ کو حق تعالیٰ اطلاع کر دیتا ہے۔ اور باذنہٖ تعالیٰ شیخ حاجت برآئی کر دیتے ہیں تو پھر بھی مشرک نہ ہوگا باقی مومن کی نسبت بدظن ہونا بھی معصیت ہے اور جلدی سے کسی کو کافر بنا دینا بھی غیر مناسب ہے۔"

دیوبندی کہلوانے والوں کے لیے لمحہ فکریہ ہے۔ جو ہر وقت گلے پھاڑ پھاڑ کر یہ کہتے ہیں کہ جو شخص یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہے اور یا کہ "یا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ" کہے اور اس کا عقیدہ یہ ہو وہ سُن رہے ہیں وہ مشرک ہو جاتا ہے اور اس کی عورت پر طلاق پڑ جاتی ہے، مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی کے قول کے مطابق اُن کا یہ کہنا سراسر غلط ہے اور مسلمانوں کو جان بوجھ کر کافر بنانے کے مترادف ہے مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی کے قول کے مطابق کسی کو پکارنا شرک تب ہوگا۔ جب سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ یا جس کو بھی وہ پکار رہا ہے اُس کو مستقل طاقت کا مالک سمجھ کر پکارے۔

اعتراض: نبی یا ولی کے وسیلہ سے کچھ حاصل نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود فرمایا ہے، لَا اَمْلِكُ لِنَفْسِىْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ــ (میں اپنے نفس کے نفع و نقصان کا مالک نہیں مگر وہ جو چاہے اللہ تعالیٰ) جو اپنے نفع نقصان کا مالک نہیں اُس نے دوسروں کو کیا نفع دینا ہے؟

جواب: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان کہ میں اپنے نفع و نقصان کا مالک نہیں ہوں' کا مطلب یہ ہے کہ میں ذاتی طور پر نفع و نقصان کا مالک نہیں ہوں اور اس پر اِلَّا مَا شَاءَ اللّٰہ کا قرینہ موجود ہے۔

اب معنیٰ کا خلاصہ یہ ہوگا کہ میں اپنے نفس کے لیے کسی نفع اور نقصان کا مالک نہیں ہاں اُس نفع و نقصان کا مالک ہوں جس کو اللہ چاہے اور مجھے عطا کرے اور اگر یہ ذاتی اور عطائی والا فرق نہ کیا جائے تو پھر قرآن حکیم میں تعارض لازم آئے گا۔ قرآن حکیم میں دوسرے مقام پر موسیٰ علیہ السلام کا قول مذکور ہے لَا اَمْلِكُ اِلَّا نَفْسِىْ وَاَخِىْ میں بغیر اپنے نفس اور بھائی کے کسی چیز کا مالک نہیں ہوں۔

یہاں موسیٰ علیہ السلام خود کو نہ صرف اپنی ذات کا مالک فرما رہے ہیں بلکہ اپنے بھائی کا مالک بھی خود کو قرار دے رہے ہیں۔ تو اب مطلب واضح ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جو فرما رہے ہیں کہ میں اپنے نفع نقصان کا مالک نہیں ہوں وہاں مطلب یہ ہے کہ میں ذاتی طور پر اپنے نفع و نقصان کا مالک نہیں ہوں اور جناب موسیٰ علیہ السلام جو فرما رہے ہیں کہ میں اپنے نفس اور بھائی کے نفس کا مالک ہوں معنیٰ ہے اللہ کی عطا سے میں اپنے اور بھائی کے نفس کا مالک ہوں۔

اور یہی ہمارا عقیدہ ہے کہ مقبولان بارگاہ الٰہی اللہ تعالیٰ کی عطا سے امداد فرماتے ہیں۔ ذاتی طور پر وہ ایک تنکے کے بھی مالک نہیں، اُن کے تمام کمالات عطائی اور من جانب اللہ ہوتے ہیں۔

اِس آیت سے ہمارے عقیدہ کی نفی نہیں ہوتی، کیونکہ ہمارا عقیدہ تو یہ ہے کہ انبیاء و اولیاء اللہ کے مقرب بندے ہیں اُن کا ہر کام رضائے الٰہی کے تابع ہوتا ہے اولاً ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جتنے اختیارات اور نفع و نقصان کے مالک ہیں وہ سب اللہ کی عطا اور رضا سے ہے ہم کسی نبی یا ولی کو خدا کا مقابل ہرگز ہرگز تسلیم نہیں کرتے۔

اعتراض: ارشادِ خداوندی ہے: سواءٌ علیہم استغفرت لہم ام لم تستغفر لہم لن یغفر اللہ لہم (برابر ہے کہ آپ اُن کے لیے دعائے مغفرت کریں یا نہ کریں اللہ تعالیٰ انہیں ہرگز نہیں بخشے گا) ثابت ہوا کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی دعا کا کوئی فائدہ نہیں؟

جواب: یہ آیت اُن منافقین کے حق میں اُتری ہے جو حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے وسیلہ کے منکر تھے اور موجودہ دور کے بعض کم فہموں کی طرح براہِ راست خدا تک پہنچنا چاہتے تھے۔ اِس آیت سے پہلے یہ آیت ہے: